اللہ اعلیٰ و اجل

R.N-8319/64 REGD, NO, H-494

ضلع کرنول سے شائع ہونے والا اردو کا واحد مذہبی اخبار

عزیز کرنول

پندرہ روزہ

ماہانہ ایڈیشن

ایڈیٹر: عبدالعزیز رحمانی

قیمت سالانہ
معاونین سے: دس روپے
عام خریداروں سے: پانچ روپے

جلد (۴) | یکم دسمبر ۱۹۶۷ء م ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ روز جمعہ | شمارہ (۲۳ و ۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر مسجد اقصیٰ کی طرف اور قدرت الٰہی کے عجائب و غرائب کا نظارہ

اس مبارک سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی عجیب و غریب آیتوں کا مشاہدہ فرمایا اور وہ خوفناک عذاب بھی دیکھے، جو گنہگاران امت کو دیے جائیں گے۔ جہاں پرانے بہت جادوگر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس رات دجال کو دیکھا ہے۔ اس کی اصل صورت میں ملاحظہ فرمایا۔ دجال کی صورت قطن ابن عبد العزیٰ (ایک کافر) سے ملتی جلتی تھی۔ وہ ایک خبیث، عظیم الجثہ (ڈیل ڈول والا) بھاری جسم والا، ہرا اور چندھا تھا۔ اس کی ایک آنکھ بالکل مٹی ہوئی تھی اور ایک آنکھ ایسی قائم جیسے تارا، اور بال ایسے تھے جیسے کسی درخت کی گھنی شاخیں۔

ف۔ دجال قیامت کے قریب نکلے گا۔ زمین کو فساد سے بھر دیگا اور اپنی خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اور اپنی خدائی کے ثبوت میں مردوں کو زندہ کرنے کا دعویٰ کرے گا۔ ایک عالم سے کہے گا کہ مجھ پر ایمان لا۔ مجھ کو خدا کہو۔ وہ فرمائیں گے کہ تیری خدائی کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کہے گا کہ میں مردے کو زندہ کرتا ہوں۔ عالم صاحب کہیں گے کہ اچھا مجھے مار کر زندہ کر۔ وہ ان کو مار کر زندہ کرے گا۔ اور ایمان کا مطالبہ بھی کرے گا۔ اس وقت عالم صاحب فرمائیں گے کہ اب تو مجھے یقین ہو گیا کہ تو جھوٹا اور خبیث دجال ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ دجال مردے کو زندہ کرے گا اور تو نے ویسا ہی کیا ہے اسلئے تجھ پر ایمان لانا کفر ہے۔

جب لوگ دجال سے بے حال ہو جائیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے اور اس کو مار ڈالیں گے۔ چنانچہ عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ شب معراج جب ابراہیم موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ وہاں قیامت کے تمام ہونے کے خاص وقت کے متعلق بات ہوئی حضرت ابراہیم و موسیٰ نے لاعلمی ظاہر کی اور حضرت عیسیٰ کی طرف رجوع ہوئے۔ حضرت عیسیٰ نے کہا صحیح وقت کا علم تو بجز خدا کے کسی کو نہیں ہے۔ لیکن مجھ سے تو یہ فرمایا گیا ہے دجال نکلے گا۔ اس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہونگی وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا۔ آخر میری وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرمائے گا۔ پھر تو درخت اور پتھر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان میرے نیچے کافر چھپا ہوا ہے۔ آ اور اسے قتل کر۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کرے گا۔ لوگ ٹھنڈے دل اپنے شہروں کو لوٹ جائیں گے۔ اسی زمانے میں یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے کودتے پھاندتے آئینگے جو چیز پائیں گے غارت کر دینگے۔ جو پانی دیکھیں گے پی جائیں گے۔ آخر تنگ آکر لوگ مجھ سے شکایت کرینگے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرونگا اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک ہی ساتھ ہلاک کرے گا لیکن ان کی لاشوں کے تعفن و بدبو کی وجہ سے زمین پر

چلنا پھرنا دشوار ہو جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دیگی۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کے بعد ہی قیامت آ جائیگی جیسے پورے دنوں کی حمل والی ہو کہ نہ جانے کب صبح ہو جائے یا رات کو۔ (تفسیر ابن کثیر) خصائص کبریٰ از حضرت حسن بن عرفہ معراج سے متعلق تھی اس لئے پوری روایت لکھدی گئی۔

زال دنیا کا نظارہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زال دنیا کو بھی دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے یوں دنیا کا بھی نظارہ کرایا۔ آپ کا گذر ایک ایسی عورت پر ہوا جو سنگھار کئے ہوئے بیٹھی تھی۔ اس کے بازو کھلے ہوئے تھے اور جسم پر زیور تھا۔ وہ دنیا تھی جو خرم دنیا آپ کو دکھائی گئی۔ آپ نے اس عورت کو دیکھا کہ دنیا کی ہر قسم کی زیب و زینت سے آراستہ ہر قسم کے زیورات پہنے ہوئی اور راہ میں کھڑی تھی۔ اور آنحضرت کو اپنی جانب متوجہ کرنے کو ہاتھ ہلاتے اور کہتی کہ اے محمد میری طرف متوجہ ہو کہ میں آپ کو کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن آنحضرت صلعم نے اس کی طرف توجہ فرمائی نہ ٹھیرے اور نہ جواب دیا۔ جبرئیل نے کہا آپ اگر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تو آپ کی امت آپ کے بعد دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ آنحضرت صلعم اس کی طرف

متوجہ نہ ہوئے تو جبرئیل نے عرض کیا کہ وہ عورت دنیا تھی۔ آج رات یہ فیصلہ تھا کہ اگر آپ اس کی طرف توجہ فرماتے یا دیکھتے یا اس کو جواب دیتے تو آپ کی تمام امت دنیا دار اور گمراہ ہو جاتی۔ اور آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتی۔

آہ اب عورتوں کو بے دینی بے حیائی پسند زال دنیا کو پسندیدہ جو تھی آج کی رات آنحضرت صلعم نے زال دنیا کو شب معراج میں جس لباس میں ملاحظہ فرمایا تھا کہ وہ عورت سنگھار کئے ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ مونڈھوں تک برہنہ تھے۔ ہزار افسوس کہ آج مسلمان بیبیوں کا وہی لباس ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بے حیائی کا۔ دنیا کے تو صرف بازو کھلے تھے اور آج کل مسلمان عورتوں کا لباس کیا ہے؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زبانی سن لیجئے اور عبرت و نصیحت حاصل کیجئے۔

لباس عورتوں کا کس قدر بے ہودہ بے حیائی کا نمونہ ہے نیم برہنہ لباس ہے فرق، لباس و برہنگی میں ذرا برہنگی سے بھی بے حیا و بے تکلف ہے۔ سر برہنہ ہاتھ بھی بغلوں تک اور دکھ کر بھونڈا لگتا ہے۔ بقول جس کے بدن پر دیکھو تو باریک کپڑے کا جس وجود جس کا عدم سے بہتر ہے جو ہر حصہ کھلا کھلا ہوا۔ اب صاف سینہ نظر چمکتی کانوں نمایاں، جھلکتی گردن پر برہنہ پیٹ بالکل کھلی ہوئی اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے نمایاں ہے۔

بھلا اس قدر بے حیائی کیوں؟ زال دنیا کو بھی کہاں نصیب ہوا تھا۔ اسی دنیا نے حضرت ... [illegible]

کی بادریوں کا لباس ہے جو کہ ارد گرد جسکو کسی غیر محرم نے نہیں دیکھا تھا۔ اور جنہوں نے حضرت علی رضہ کو وصیت کردی تھی کہ میرے جنازہ کو ڈولے میں رکھ کر اس پر کپڑا اڑھانا اور رات کو اٹھانا۔ تاکہ اس کفن کے اوپر پردے کے اندر کے جنازہ کو بھی کوئی دیکھنے نہ پائے۔

شیطان کا مکر:-

ایک بڑھیا بھی ملا اور بلایا سنہ کو متوجہ نہ ہوئے شاہ جبکہ آج کی رات
ہوئے جبرئیلؑ یہ شیطان ہے بلائے حضور
چاہتا ہے یہ کرے مکر سو آج کی رات

ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ آپ نے ایک دو پیری کمر لئے بڑھیا کو ملاحظہ فرمایا کہ وہ آپ سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ یا محمد (صلعم) ادھر تشریف لائیے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ آپ ادھر توجہ نہ فرمائیے یہ آدم علیہ السلام کا دشمن شیطان ہے۔ چاہتا ہے کہ اپنی طرف مائل کرکے کچھ مکر کرے اور خدا سے غافل بنائے لیکن اللہ پاک آپ کا حافظ و نگہبان ہے۔

مرقد موسیٰ پر گذر:-

چلتے چلتے ہوا پھر مرقد موسیٰؑ پہ گذر
یہ خوشی کہنے لگے موسیٰؑ نے کہا آج کی رات
بخشے لیں امت عاصی کے لئے حق سے نجات
قدر دیں آپ ہیں جان خدا آج کی رات

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک صاحب نماز پڑھ رہے ہیں (جب وہ نماز سے فارغ ہوئے) آنحضرت نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیکر جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا یہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ انہوں نے نہایت مسرت سے آنحضرت سے ملاقات کی اور مرحبا کہا۔ آخر کہا کہ آج آپ اللہ کے یہاں جا رہے ہیں خدا سے امت کا حال عرض کیجئے اور ان کی نجات آسانی اور بخشش کے لئے سوال فرمائیے۔ آنحضرت نے دریافت کرنے پر جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ آپ کے بھائی موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

پھر ایک جگہ راستے میں گذر ہوا جبرئیلؑ نے آنحضرت سے نماز پڑھنے کو کہا اور عرض کیا کہ یہ کوہ سینا ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ آنحضرت نماز سے فارغ ہو کر آگے روانہ ہوئے۔

اثنائے راہ میں مختلف آثار کا نظارہ

راہ میں اور بھی آثار کا نظارہ کیا
ہر جگہ ایک نیا رمز کھلا آج کی رات

راستے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بہت سی باتوں کو ملاحظہ فرمایا اور ہر مقام پہ ایک نیا راز آپ پر معلوم ہو گیا۔

اثنائے راہ میں آنحضرت صلعم کی داہنی جانب سے کسی نے آواز دی کہ محمد جلدی نہ کرنا۔ تو راستہ بھول گیا ہے۔ میں تیری رہبری کروں گا اور کچھ پوچھوں گا آپ نے کچھ توجہ نہ فرمائی۔ جب اور آگے بڑھے تو بائیں جانب سے بھی وہی آواز آئی۔ آپ نے التفات نہ فرمائی جبرئیلؑ نے بعد میں عرض کیا کہ پہلا پکارنے والا یہودی تھا اور دوسرا نصرانی۔ اگر آپ اول الذکر (یہودی) کو جواب دیتے تو آپ کی تمام امت یہودی ہو جاتی۔ اور اگر دوسرے شخص (نصرانی) کو جواب دیتے تو نصرانی ہو جاتی۔

راستے کے ایک کنارے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک بڑھیا بیٹھی ہے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے جبرئیلؑ نے کہا چلے چلئے پھر آپ آگے بڑھے دیکھا کہ خدا کی ایک مخلوق ہے (کوئی صاحب ہیں) اور بلند آواز سے کہہ رہی ہے السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا حاشر (تجھ پر سلام ہے اے اول و آخر اور اے حاشر) جبرئیلؑ نے کہا جواب دیجئے آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ ایسا ہی واقعہ ہوا۔ جبرئیلؑ نے کہا راستے کے کنارے جس بڑھیا کو آپ نے دیکھا تھا وہ گویا بالصورت یہ دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی اب عمر صرف اتنی ہی باقی ہے جتنی اس بڑھیا کی۔ اور جن کے سلام کا آپ نے جواب دیا۔ وہ اولوالعزم پیغمبر ابراہیم اور عیسیٰ وغیرہ علیہم السلام ہیں۔

پھر ایک جگہ آپ سے نماز پڑھوائی گئی اور عرض کیا گیا کہ یہ بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے۔

راہ میں آنحضرت صلعم کو بطور مثال بہت سی چیزیں دکھلائی گئیں تاکہ آپ اس سے واقف ہوں اور امت کو واقف فرمائیں تاکہ وہ رضائے الہٰی کی خواہشمند اور اس کے غضب سے ڈرتی رہے۔

غیبت کی سزا: آپ کا گذر ایک قوم پر

ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ اور چھیل رہے تھے۔ دریافت پر جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرکے ان کا مردار گوشت کھایا کرتے تھے۔ اس لئے ان کو یہ سزا دی گئی ہے۔

زنا کی سزا: آگے آپ نے ملاحظہ فرمایا

کہ خوان لگے ہوئے ہیں جس میں بہترین اور نفیس گوشت بھنا ہوا ہے اور دوسری جانب اور خوان لگے ہیں۔ جن میں بدبودار اور سڑا ہوا گوشت ہے کچھ لوگ (عورت و مرد) ہیں جو عمدہ گوشت چھوڑ کر سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں۔ دریافت فرمانے پر جبرئیلؑ نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیبیوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گذارتے تھے اور وہ عورتیں ہیں جو خاوندوں کو چھوڑ کر اور والوں کے پاس رات گذارتی تھیں۔

سود خواروں کا انجام ایک مقام پر آپ نے

دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں کے مانند ہیں۔ ان میں سانپ ہیں جو باہر نظر آ رہے ہیں۔ جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں تو گر پڑتے ہیں۔ فرعونی جانوروں سے روندے جاتے ہیں۔ اور خدا کے سامنے آہ و زاری کرتے ہیں آنحضرت نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ عرض کیا۔ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھایا کرتے تھے۔

ف۔ جبکہ میں چودہ برس کا تھا اس واقعہ کو ایک نظم کی صورت میں نقل کیا تھا۔ اس کو یہاں بطور تبرک لکھتا ہوں۔ (عاقل نعمانی)

شب معراج میں ایک کو دیکھا شہ نے
پیٹ میں ان کے بڑے جیسے بڑی وحشت کے
پیٹ میں سانپ ہیں باہر سے آتے ہیں نظر
پوچھا جبرئیلؑ سے یہ کون ہیں کیا آفت ہے
بولے جبرئیلؑ کہ امت کے یہ سود خوار ہیں یہ
سود کھانے کا نتیجہ ہے جو یہ حالت ہے

یتیموں کا مال کھانے والوں کا نتیجہ

کچھ اور لوگ ایسے نظر آئے جن کے ہونٹ اونٹ کی طرح تھے اور ان کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے آتشی گولے ٹھونس رہے تھے جو ان کے نیچے کے راستے سے نکل جاتے تھے وہ تکلیف سے چیختے اور چلاتے تھے۔ جبرئیلؑ نے دریافت کرنے پر عرض کیا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال کھایا کرتے تھے جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں عنقریب دہکتی ہوئی آگ میں جا پڑیں گے

اولاد کو ہلاک کرنیوالوں کا عذاب

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کچھ عورتیں اپنی پستانوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں اور ہائے وائے کر رہی ہیں۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ زناکار اور اپنی اولاد کو قتل کرنے والی عورتیں ہیں (حمل گرانا بھی اولاد کو قتل کرنے کے حکم میں ہے)

خدا کے نام پر جان و مال دینے والوں کی مثال آپ نے دیکھا کہ

ایک قوم ہے جو ادھر کھیتی کاٹتی ہے اور ادھر پھر کھیتی بڑھ جاتی ہے۔ آپ کے استفسار پر جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ راہ خدا میں جان دینے والے لوگ ہیں جن کی نیکیاں سات سات سو درجے تک بڑھتی ہیں اور جو خرچ کریں اس کا بدل پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہترین رزاق ہے۔

خدا کی راہ میں دیا ہے گھر کا بھر لینا
ادھر دیا کہ ادھر داخل خزانہ ہوا

بے نمازیوں کا عذاب

ایک ایسی قوم پر آپ کا گذر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے پھر ساتھ ہی اچھے ہو جاتے اور پھر کچلے جاتے دم بھر کی مہلت نہ ملتی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ بھائی جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں عرض کیا کہ امت کے وہ لوگ ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو ان کے سر بھاری ہو جاتے تھے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام

پھر کچھ لوگ نظر پڑے کہ ان کے آگے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں اونٹ اور جانوروں کی طرح کانٹے دار جہنمی درخت چگ چر رہے ہیں اور دوزخ کے پتھر اور انگارے کھا رہے ہیں۔ دریافت پر (باقی صفحہ ۱۱ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ عزیز کرنول

۲۸ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ روز جمعہ

سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

غزوۂ احد

الغرض ستر سرداران قریش بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور ذلت و خواری سے باؤلی میں پھینک دیئے گئے۔ باقی ہزیمت خوردہ افراد خستہ اور شکستہ حال مکہ واپس آگئے دوسری طرف سے ابو سفیان اور ان کا قافلہ بھی مکہ پہونچ گیا۔

عبد اللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور تمام قریش جن کے آباء و اجداد اور اولاد وغیرہ رشتہ دار مارے گئے تھے وہ سب ابو سفیان اور قافلہ والوں کے پاس حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ اس محمد نے تم پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے ہیں۔ تمہارے شریف لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ اب ہماری زندگی تباہ و تاراج، ذلیل و خوار ہے۔ جب تک ہم محمد سے انتقام نہیں لیں گے ہرگز ہم کو سلامتی اور امن کی زندگی سکون اور طمانیت کی سانس نصیب نہ ہوگی۔ ہم محمد سے جنگ و جدال کرنے تیار ہیں اور جوش انتقام میں اپنا خون بہانے اور اپنی زندگی کو خاک میں ملانے تیار رہیں۔ آپ ہمارے سردار ہیں۔ اس معاملہ میں ہماری قیادت اور رہنمائی قبول کیجئے اور اس قافلہ کا تمام روپیہ پیسہ اس جنگ میں خرچ کیجئے ہم ضرور محمد اور دوسرے مسلمانوں سے بدلہ لیں گے۔ اہل مکہ کے اسی جوش و جنون میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ (انفال)

بیشک کافر لوگ اپنا مال خرچ رہے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں۔ پس وہ خرچ کریں گے اور انہیں پر حسرت ہوگی پھر وہ مغلوب ہونگے۔ انجام کار کافر لوگ جہنم میں اکٹھا کئے جائیں گے۔

ابو سفیان اور دوسرے اکابرین نے قریشیوں کی درخواست قبول کی۔ اور بڑے پیمانہ پر جنگ کی تیاری شروع کی۔ اہل مکہ و اہل قریش کے علاوہ دوسرے قبائل کو بھی اکٹھا کر لیا گیا۔

عمرو بن عبد اللہ الجمحی کثیر العیال فقیر و محتاج تھا اور جنگ بدر میں گرفتار ہوگیا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں سے فدیہ لے کر آزاد کر رہے تھے تو اس سے بھی فدیہ طلب کیا۔ اس نے کہا اے محمد! آپ خوب جانتے ہیں میں مفلس و قلاش، فقیر اور محتاج ہوں۔ کثیر العیال ہوں۔ آپ مجھ پر احسان کیجئے اور بلا فدیہ آزاد کیجئے۔ اس کی حالت زار پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رحم آیا اور آپ نے از خود اس کو آزاد کر دیا۔ یہ اپنے وطن مکہ کو واپس آیا۔ جب اہل مکہ نے غزوہ احد کی تیاری شروع کر دی تو صفوان بن امیہ عمرو بن عبد اللہ کے پاس آیا اور لجاجت کی کہ اے عمرو! تو زبردست شاعر ہے اپنی شاعری سے ہماری مدد کر جنگ و جدال میں ہمارا ساتھ دے۔ عمرو بن عبد اللہ نے جواب دیا محمد نے مجھ پر احسان کیا ہے میں ہرگز احسان فراموشی اور احسان کشی نہیں کرونگا۔ اور محمد کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھاؤں گا صفوان بن امیہ نے کہا اے عمرو! تو ہمارے ساتھ میدان جنگ میں شریک ہو اگر تو مارا گیا تو میں تیری تمام بیٹیوں کا وارث ہوں گا۔ میں اپنی بیٹیوں کی طرح ان کے خرچ و اخراجات اور تمام ضروریات کا کفیل ہونگا اگر تو میدان سے صحیح سالم واپس آیا تو میں تجھ کو مالدار بنا دونگا۔ اس پر عمرو بن عبد اللہ راضی ہوگیا اور اپنے اشعار سے اہل تہامہ اور بنو کنانہ کو ترغیب دیتا رہا۔ چنانچہ یہ تمام لوگ غزوہ احد کے لئے لشکر میں داخل ہوگئے۔ اسی طرح مسافع بن عبد مناف قبیلہ جو مالک کو جنگ پر راضی کر لیا۔ جبیر بن مطعم کا ایک غلام حبشی تھا۔ جو نیزہ زنی میں مشاق تھا۔ جبیر نے کہا اے وحشی! حمزہ نے میرے چچا طعیمہ بن عدی کو قتل کیا ہے۔ اگر تو حمزہ کو شہید کر دیگا تو آزاد ہے۔

اس طرح ساز و سامان اور پورے اہتمام و احتشام کے ساتھ یہ قافلہ روانہ ہوا۔ ان کے ساتھ پندرہ معزز قریش کی ممتاز عورتیں بھی تھیں۔ جو لشکر میں جوش و جذبہ پیدا کرنے اور انہیں میدان سے افراتفری اور فراری سے روکنے کے لئے آئی تھیں۔ سردار لشکر ابو سفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بھی اس لشکر میں شریک تھی اور یہ عورت جبیر بن مطعم کے غلام وحشی سے کہتی تھی کہ اپنی نیزہ زنی سے مسلمانوں کو ہلاک کر۔ اور ہمارے مجروح دلوں کو تسلی اور شفا دے۔ غرض یہ لشکر کوہ احد کے پاس پانی کے چشموں کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کو کفار کی نقل و حرکت کا پورا علم ہو رہا تھا۔ انہیں ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ کی ایک گائے ذبح کی گئی ہے آپ کی تلوار کی دھار میں دندانہ پڑ گیا ہے اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنی مضبوط قمیص میں داخل کر لیا ہے۔ اس خواب کی تعبیر بیان کی گائے سے مراد آپ کے صحابہ کرام کی ایک جماعت ہے کہ وہ شہید ہوگی۔ تلوار کی دھار میں دندانہ سے مراد ہے کہ آپ کے اہل بیت سے ایک آدمی شہید ہوگا۔ مضبوط قمیص سے مراد مدینہ طیبہ ہے کہ آپ کو مدینہ ہی میں امن اور سکون ملے گا۔ خواب اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ کفار مکہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ وہ جس مقام میں پڑاؤ ڈالے وہ ان کے لئے شر ہی شر ہے۔ ہم اپنے وطن مدینہ میں قائم رہینگے۔ اور ان کافروں کا مقابلہ نہیں کرینگے۔ اگر وہ مدینہ پر چڑھ آئینگے تو ہم ان کا مقابلہ کرینگے۔ آپ کی اس تجویز سے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بھی اس قول متفق تھا۔ اور چاہتا تھا کہ یہ بلا ٹل جائے اور جنگ و جدال کی نوبت نہ آئے۔

صحابہ کے دل و دماغ جہاد ایثار و قربانی کے جذبے تڑپ رہے تھے انہوں نے اس وقت کو غنیمت جانا اور کتنے صحابہ جو بدر میں شریک نہ تھے انہوں نے اپنی [illegible] اور غیرتمندی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی وہ بھی چاہتے تھے آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ لیکن ان جاں نثار اور شیدایان اسلام کے مقابلہ میں رئیس المنافقین نے بھی خوب دلپذیر تقریر کی اور کہا اے رسول! آپ مدینہ ہی میں رہئے۔ اور باہر نہ جایئے۔ ہمیشہ جب ہم مدینہ میں رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کرتے آئے ہیں۔ ہمیشہ ہم غالب رہے ہیں اور دشمن نقصان اٹھاتے رہے ہیں۔ اور جب ہم مدینہ سے باہر دشمنوں کا مقابلہ کئے ہیں ہمیشہ ہم حیران پریشان اور عظیم نقصان و خسران میں مبتلا ہوئے ہیں۔ اس وقت بھی صورت یہ ہے اگر دشمن کوہ احد کے پاس رہے گا تو وہ بری حالت میں رہے گا۔ اگر وہ مدینہ پر حملہ کریگا تو ہم اس کا مقابلہ کرینگے۔ اور ہماری بیویاں بچے بالا خانوں سے دشمنوں پر سنگ باری کرینگے۔ انجام کار دشمن خائب و خاسر فرار ہوگا۔ جمعہ کے دن آپ نے نماز جمعہ مدینہ میں ادا کی۔ مالک بن عمرو کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ اور مشورہ کیا صحابہ کا جوش و خروش دیکھا تو محسوس ہوا کہ خارج مدینہ نکلنا چاہئے۔ چنانچہ آپ مکان میں داخل ہوئے۔ اور زرہ بکتر زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے۔ اب صحابہ کو احساس ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود خارج مدینہ جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ صرف صحابہ کے تقاضے سے آپ راضی ہوئے۔ اس طرح رسول اکرم پر زور ڈالنا گستاخی ہے۔ چنانچہ صحابہ اپنی گستاخی پر نادم ہوئے جناب رسالتمآب سے معافی مانگی اور کہا اگر آپ کی خواہش مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنا ہے تو ہم بھی آپ کے ہمخیال ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبی کو لائق نہیں کہ ہتھیار بدن پر لگانے کے بعد بغیر جنگ و جدال کے اتار دے۔ چنانچہ آپ ایک ہزار جانباز بہادر غازیوں کی معیت میں روانہ ہوئے۔ اور مدینہ میں عبد اللہ بن ام مکتوم صحابی کو مسجد نبوی کا امام مقرر کیا۔ جب آپ کا لشکر مدینہ اور احد کے درمیان مقام شوط میں پہنچا ہے

تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نفسانی آدمیوں کو ساتھ لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر سے جدا ہو گیا۔ اور کہتا تھا کہ محمد نے میری تجویز قبول نہیں کی۔ بلکہ دوسروں کی تجویز کو پسند کیا۔ لوگو! ناحق ہم اپنی جانوں کو کیوں ہلاک کریں؟ اسکے ساتھ تمام منافقین کی جماعت جدا ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام ان لوگوں کے پاس آئے اور کہا اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اپنے نبی اور اپنی قوم کو دشمنوں کے حوالے مت کرو۔ منافقوں نے جواب دیا ہم خوب جانتے ہیں کہ جنگ نہیں ہوگی اگر جنگ کا امکان ہوتا تو ہم ہرگز تمہارا ساتھ نہیں چھوڑتے پھر وہ پھر واپس ہو گئے۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا۔ اے اللہ کے دشمنو! اللہ تم کو ذلیل کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تم سے بے پرواہ اور مستغنی کر دیگا۔ صحابہ نے دربار رسالت میں درخواست کی کہ یہودی جو ہمارے حلیف ہیں ہم اپنی تائید و نصرت کے لئے انہیں بلا لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم کو یہودیوں کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر لشکر روانہ ہوا اور قبیلہ بنو حارثہ کی وادی میں گذر رہا تھا کہ گھوڑے نے دم ماری جو تلوار کے دستہ میں پھنسی تھی اور تلوار نیام سے باہر نکل آئی۔ آپ نے صاحب السیف سے فرمایا۔ شم سیفک فانی اری السیوف ستسل الیوم۔ اپنی تلوار کو نیام میں داخل کر میں دیکھ رہا ہوں کہ آج کتنی تلواریں بے نیام ہونے والی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ کہ کون ہے جو ہم کو قریب کے راستہ سے لے چلے اور دشمن کو پتہ نہ ہو۔ حضرت ابو خیثمہ نے کہا اے رسول اللہ! میں لے چلتا ہوں۔ پھر وہ بنو حارثہ کی پتھریلی زمین میں قبیلہ بنو حارثہ کے مال و اسباب بیچ سے راستہ کترا کر لے چلے۔ اسی طرح اس لشکر کا گذر مربع بن قیظی کے مال میں ہوا مربع منافق اور اندھا تھا اس نے رسول اللہ اور صحابہ کی آمد کو محسوس کیا تو سب کے سامنے مٹی اچھالا اور کہا اے محمد! اگر تو حقیقت میں رسول اللہ ہے تو میرے باغ میں گذرنا تجھ پر حرام ہے۔ واللہ یہ مٹی تیرے چہرے پر مارتا اگر مجھ کو ڈر نہ ہوتا کہ دوسرے لوگوں کے چہروں پر پڑے گی اسلئے نہیں مارتا ہوں۔ صحابہ کرام دوڑے کہ اس مردود کو قتل کر دیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اور کہا یہ اندھا دل اور آنکھ کا اندھا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سے پہلے ... یہ احمد مردود تک پہنچ گئے تھے اور انہوں نے اس زور سے سر پر کمان ماری کہ سر پھٹ گیا اور خون کے دھارے بہنے لگے۔

(باقی آئندہ)

از۔ مولوی عبدالحی صاحب عمری

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

نام و نسب:- عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی القرشی السہمی۔ یہ امیر مصر تھے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو محمد ہے۔ اور ان کی ماں نابغہ جو بنی عنزہ سے تھیں۔ فتح مکہ سے قبل ماہ صفر ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ حدیبیہ اور خیبر کے درمیان مسلمان ہوئے۔ اور وہ کہا کرتے تھے میں اس رات کو یاد کرتا ہوں جس میں عمر بن الخطاب پیدا ہوئے۔ واقدی نے کہا حبشہ کے نجاشی کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوئے۔ کسی آدمی نے حضرت عمرو بن العاص سے پوچھا کس چیز نے آپ کو اسلام لانے میں پیچھے کر دیا۔ حالانکہ تم عاقل اور دانا تھے۔ انہوں نے کہا ہم ایسی قوم میں تھے جو ہم سے بڑے تھے ان میں دشمنی اور برائی تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو انہوں نے انکار کیا۔ کچھ مدت گذری اور حقیقت آشکار ہوئی۔ ہم نے غور و فکر کیا حق صاف اور ظاہر تھا۔ میرے دل میں اسلام بیٹھ گیا۔ قریش نے میری برائی اخیر کو اور اب کی اسلام کی جلدی اور ان کی مدد کرنے کو پہچان لیا ایک نوجوان کو جبر بن عنبسی میرے پاس بھیجا۔ پھر تم کو تیرے رب کی اور تجھ سے پہلے اور بعد کے مرنے کی قسم دلاتا ہوں۔ کیا ہم زیادہ ہدایت والے ہیں یا فارس و روم والے اس نے کہا ہم صاحب ہدایت ہیں پھر میں نے پوچھا ہم زیادہ عیش و آرام والے ہیں یا وہ۔ اس نے کہا وہ لوگ۔ میں نے کہا پھر کیا فائدہ ہوگا ہماری بزرگی ان پر جبکہ ہمیں دنیا کی بزرگی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور وہ ہم سے بڑھ رہے ہیں۔ اور ہر چیز میں بڑے ہیں۔ اسی وجہ سے میرے دل میں یہ بات آ گئی کہ بیشک وہ بات جو محمد (صلعم) کہتے ہیں کہ موت کے بعد اٹھایا جائے گا تاکہ نیکوکار کو اس کی نیکی کا صلہ دیا جائے۔ اور برے کو اس کی بدی کی سزا دی جائے۔ یہ سچی بات ہے۔ سرکشی اور باطل میں کوئی بھلائی نہیں۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف جانے کی تو ... کر اجازت چاہی۔ ان کو اجازت دی گئی۔ عمرو بن العاص کہتے ہیں جب یہ بات مجھے معلوم ہوئی میں نے کہا قسم بخدا اس کام کے لئے اور ان مہاجروں کیلئے میں نجاشی سے ضرور کہونگا ان سے انکار کرونگا۔ پھر انہوں نے نجاشی کے سامنے ان کا سارا واقعہ سنایا۔ میں حضرت جعفر سے تنہائی میں ملا۔ پھر اسلام لایا۔ اور میرے اسلام کی بات جب میرے ساتھیوں کو پہنچی وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مجھ سے سارے اختیارات اور چیزیں چھین لیں۔ میں جعفر کے پاس گیا۔ اور جعفر نجاشی کے پاس گئے۔ اور ساری چیزیں کو لوٹا دیا۔ جو کچھ انہوں نے مجھ سے لیا تھا۔

جب حضرت عمرو اسلام لائے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قریب رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ اپنی مصاحبت میں رکھتے تھے۔ ان کی معرفت اور شجاعت کی وجہ سے اور غزوہ ذات السلاسل میں ان کو والی بنا کر بھیجا اور ان کی مدد کے لئے حضرت عمر بن الخطاب اور ابوبکر اور ابو عبیدہ کو بھیجا۔ پھر عمان کا گورنر بنا کر بھیجا۔ اور وہ ان کی امارت ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ وہ اجنادین کے امراء میں تھے۔ شام کے جہاد میں وہ زمانہ حضرت عمر کا تھا۔ عمرو بن العاص ہی نے قنسرین کو فتح کیا۔ حلب والوں سے صلح کی اور انطاکیہ وغیرہ کے نیک لوگوں میں تھے۔ حضرت عمر نے ان کو فلسطین کا والی بنا کر بھیجا حضرت عمر نے جب ان کو چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ ما ینبغی لابی عبد اللہ ان یمشی علی الارض الا امیرا۔ عمرو بن العاص کی یہ شان نہیں کہ وہ زمین پر چلیں مگر امیر ہو کر۔ قبیصہ بن جابر کہتے ہیں صحبت عمرو بن العاص فما رایت رجلا ابین قرآنا ولا اکرم خلقا ولا اشبہ سریرۃ بعلانیۃ منہ۔ میں عمرو بن العاص کی صحبت میں رہا۔ میں نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا قرآن کو زیادہ واضح پڑھنے والا اور اخلاق اچھے رکھنے زیادہ بزرگ اور جن کا باطن ظاہر سے زیادہ مشابہ ہو۔ حضرت عمر جس کسی کو دیکھتے کہ وہ باتوں میں لجاجت برتتا ہے تو کہتے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس لجاجت والے کا خالق اور عمرو بن العاص کا خالق ایک ہی ہے شعبی کہتے ہیں کہ عرب کے مشاہیر اسلام چار ہیں ان میں سے ایک عمرو کو گنتے تھے۔ لیکن عمرو مشکلات میں ڈھال کی طرح ہیں عشرہ مبشرہ کے بعد قریش کے نیک لوگوں میں سے حضرت عمرو بن العاص کو گن لیا۔ ایک مرتبہ حضور نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا۔ خذ علیک ثیابک وسلاحک ثم ائتنی۔ تم اپنے کپڑوں کو اور ہتھیاروں کو لے لو۔ اور پھر میرے پاس آؤ۔ اسی طرح میں ان کے پاس آیا تو حضور نے فرمایا۔ انی ارید ان ابعثک علی جیش فیسلمک اللہ و یغنمک وارغب لک من المال رغبۃ صالحۃ۔ میں تم کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کرتا ہوں۔ اللہ تم کو صحیح سالم رکھیگا۔ اور مال غنیمت بھی دیگا۔ اور مال کی رغبت بھی دلائے گا۔ نیک اور اچھی رغبت۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ما اسلمت من اجل المال بل اسلمت رغبۃ فی الاسلام۔ میں مال کے لئے اسلام نہیں لایا ہوں اسلام کی رغبت کی وجہ سے مسلمان ہوا۔ حضور نے فرمایا یا عمرو نعم ما بالمال الصالح للمرء الصالح۔ اے عمرو اچھا مال اچھے آدمی کے لئے کوئی حرج کی بات نہیں۔ ایک مرتبہ مدینہ والے خوف زدہ ہوئے۔ سب منتشر ہو گئے۔ سالم مولی ابی حذیفہ اور عمرو بن العاص تلوار سونت کر مسجد میں کھڑے ہو گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ الا یکون فزعکم الی اللہ و رسولہ الا فعلتم کما فعل ہذان الرجلان المومنان۔ اگر تم ان دو مومن کی طرح کرتے تو ہرگز نہیں گھبراتے۔

عمر بن الخطاب رض کے زمانہ میں مصر کے والی بنائے گئے اور انہوں نے ہی مصر کو فتح کیا۔ اور حضرت عثمان رض کے زمانہ خلافت تک رہے۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے ان کو معزول کیا۔ اور عبداللہ بن ابی سرح کو وہاں کا والی بنایا۔ کیونکہ عبداللہ حضرت عثمان رض کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمان کا یہ اقدام حضرت عمرو کی شہرت کا باعث ہوا۔ علی اور معاویہ کے فتنہ تک یہ غیر جانبدار کے معمولی حامی رہے۔ اور حضرت معاویہ کے ساتھ مل گئے۔ اور جنگی تدابیر میں ان کی مدد کی۔ پھر معاویہ نے مصر کے لئے ایک لشکر تیار کیا۔ اور یہ لشکر ماہ صفر ۳۸ھ میں تیار ہوا اور ۴۳ھ تک اسی میں رہے اور انتقال فرما گئے۔ اس کو ابن یونس اور دیگر مورخین نے اختیار کیا ہے۔ بعضوں نے کہا اس سے ایک سال پہلے یا بعد وفات فرما گئے۔ اور بعض نے کہا ۴۸ھ یا ۵۱ھ میں مر گئے۔ اس وقت ان کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔ حضرت عمر کی وفات کے بعد ۲۰ سال زندہ رہے۔ عجلی نے کہا ۹۹ سال ان کی عمر تھی۔ حضرت عمر کی عمر ۶۳ سال تھی۔ حضرت عمر کی پیدائش کے بعد عمرو بن العاص سات سال

(باقی صلا پر)

قرآن مجید کی صداقت

(پیشین گوئی)

پیشین گوئی سوم اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (التوبہ)
اگر تم فقر و محتاجی سے ڈرتے ہو تو اللہ اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

مہاجرین اپنا مال متاع، دولت ذخیرے، جائداد اور کاروبار سب کچھ اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے مکہ میں چھوڑ آئے تھے۔ جب یہ مدینہ پہنچے، ان کی مالی حالت نہایت کمزور اور ابتر تھی۔ پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ کفن کے لئے کپڑا نصیب نہ تھا نان شبینہ کے محتاج تھے۔ فاقہ کشی سے ان کی حالت بدحال تھی۔ اس صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مواخاۃ بین المہاجرین والانصار کی تحریک کرتے تو مہاجرین کی بنا ہی نہ تھی۔ اس حالت زار کیفیت لزار میں وعدہ دیا جاتا ہے کہ تمہیں مالدار اور غنی کر دیا جائے گا۔ اور تمہاری حالت تا ابن تمہیں سے خوب تر ہو گی۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی صادق آئی۔

ابتدائے ہجرت میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ معاش کچھ نہ تھا۔ البتہ انصار نے اپنے باغوں میں چند درخت خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کر دیئے تھے۔ انہیں درختوں کی پیداوار سے رسول اللہ کی معاشی حالت وابستہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ حشر کی آیات نازل فرمائی۔
مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ۔ (الحشر)
گری والوں کا جو مال اللہ تعالیٰ بغیر جنگ جہاد کے اپنے رسول کو دلا دے وہ فی ہے۔ اس مال میں مسلمانوں غازیوں کا کوئی حصہ نہیں۔ البتہ پانچواں حصہ ذوی القربیٰ یتامیٰ، مساکین اور مسافروں میں خرچ کیا جائے گا۔ باقی چار حصے بلا شرکت غیر خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی مال ہوگا۔

مدینہ کی سب سے زیادہ مالدار اور متمول قوم یہودی تھے۔ ان کی آبادیاں فی کی صورت میں فتح ہوئیں۔ قبیلہ بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو قینقاع، بنو مصطلق اور سکان فدک خیبر قری عرینہ اور ینبع کی لاکھوں ایکڑ سرسبز اور شاداب زمین خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی آمدنی ہوئی۔ اور اسکے علاوہ آمدنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھی۔ علاوہ ازیں مال غنیمت کا پانچواں حصہ بھی آپ کے اور آپ کے اقرباء یتیم، مسکین اور مسافر کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ جس سے ہر سال لاکھوں کی آمدنی مزید ہو گئی۔ اس صورت سے آپ ہی اندازہ لگائیے کہ آپ کی دولت اور ثروت کس درجہ تک تھی۔
وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى (الضحیٰ)
آپ کو غریب پایا اور مالدار بنا دیا۔

صرف خیبر کی زمین کا یہ حال تھا کہ آپ اس کمائی سے اپنی تمام بیویوں کا سالانہ خرچ ادا فرماتے تھے۔ پھر بھی غلہ باقی رہ جاتا۔ ان ہی مالوں سے غازیوں کے لئے آلات حرب اور سواریاں خریدتے غرباء اور مساکین کی امداد فرماتے۔ تمام وفود کے اخراجات برداشت کرتے جب کوئی مسلمان مر جاتا اور قرض چھوڑ جاتا تو آپ خود ادا فرماتے۔ یتیم اور بیواؤں کے اخراجات برداشت کرتے اگر کوئی حادثہ واقع ہوتو بذات خود مال خرچتے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ رافع بن خدیج نے کہا۔ ایک انصاری عبد اللہ بن سہل مقام خیبر میں مقتول پائے گئے۔ عبد اللہ کے اقرباء نے رسول اللہ سے شکایت کی۔ مگر دلائے پر گواہ پیش نہ کر سکے۔ اور خیبر کے یہاں یہودیوں نے اپنی لاعلمی پر قسم کھائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت میں بذات خود سو اونٹ ادا کئے۔ آپ لمبا بیش بہا لباس زیب تن فرمایا کرتے۔ آپ کے لئے ایک حلہ خرید کیا گیا تھا۔ جس کی قیمت ۲۷ اونٹ تھی۔ (از ملفوظات ابن الجوزی)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ اور مہاجرین سے ہیں۔ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے بالکل تہی دست تھے۔ رسول اللہ نے آپ کی مواخاۃ سعد بن الربیع سے کر دی۔ یہ بازار قینقاع میں کوڑی لے پنیر بیچتے پھرتے تھے۔ اللہ نے جب وعدہ ان کے مال و دولت میں برکت و ترقی دی۔ ان کا مستقل مشغلہ مالی تجارت لایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن انہیں کا مال علاسات سو اونٹوں پر لد کر شام سے مدینہ پہنچا تو لوگ رسول اللہ کو خطبہ کی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ جب ہی اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا۔ (الجمعہ) جب تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے اور تجارت کی طرف چلے جاتے ہیں۔

ان کے دوکانوں میں پانچ سو آدمی صرف انتظام کے لئے تھے۔ ان کی خیرات کا حساب بتایا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ چار ہزار روپیہ دوسری مرتبہ چالیس ہزار دینار۔ تیسری مرتبہ چالیس ہزار دینار چوتھی مرتبہ پانچ سو گھوڑے۔ پانچویں مرتبہ پانچ سو اونٹ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات انہوں نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو ایک باغ نذر کیا تھا جو چار لاکھ روپیہ میں فروخت ہوا۔ اپنی موت کے وقت پچاس ہزار دینار فی سبیل اللہ کی وصیت فرمائی۔ علاوہ ازیں ہر بدری صحابی کو چار سو دینار کی الگ وصیت کی جن کی تعمیل کے وقت ایک سو بدری موجود تھے۔ مزید براں ایک ہزار گھوڑا فی سبیل اللہ دیا۔ نفاذ وصیت کے بعد سونے کی بڑی مقدار تھی۔ جس کے کاٹنے سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ ایک ہزار اونٹ ایک سو گھوڑا اور تین ہزار بکریاں شمار میں آئیں۔ ان کی چار بیویاں تھیں شرعی میراث کے حساب سے ۸۰ روپیہ صرف دو آٹھ چار بیویوں کے سہام میں آئے۔ جب دو آنہ چار بیویوں میں تقسیم ہوئے تو ہر بیوی کو صرف چوتھائی حاصل ہوئے۔ اس چوتھائی کے حساب سے ہر بیوی کو ۳ / ۸ ہزار روپیہ آیا۔ اب آپ خود اندازہ لگائیے کہ جملہ مال کتنا ہو گا؟ نجاس کن زکات ان میں بیان مزا مذکورہ بالا کلیہ میں آپ کے غلاموں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

آپ کے کھانے مختلف اور بیش قیمت ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے گئے۔ انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور بہت تکلیف کے ساتھ بسر کی۔ آپ کے خلیفہ ابو بکر صدیق۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اسی طرح زندگی گذار دی۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو مجھ سے بہتر تھے ان کو کفن کے لئے پورا کپڑا بھی نہیں ملا۔ آج ہمارے سامنے ایسے ایسے کھانے رکھے ہوئے ہیں۔ پس ایسا نہ ہو کہ قرآن مجید کی یہ آیت ہم پر صادق آئے۔
أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا (الاحقاف)
دنیاوی زندگی میں تم اپنی نیکیوں کا بدلہ پا چکے۔
پھر رونا شروع کیا۔ اور کھانا چاک کھانا بھی نہیں کھایا۔ اور بھوکے اٹھ گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی عشرہ مبشرہ اور مہاجرین سے ہیں۔ انہوں نے اپنے مرض الموت میں وصیت کی۔ اول میرا قرض ادا کیا جائے پھر ثلث مال صدقہ کیا جائے پھر میراث تقسیم کی جائے۔ قرض شمار کیا گیا ۲۲ لاکھ نکلا۔ ان کے پاس نقدی کم تھی۔ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ بہت تھی۔ گیارہ مکانات مدینہ میں۔ دو مکان بصرہ میں اور ایک مکان مصر میں تھا۔ اراضی زرعی کا ایک ٹکڑا جو اکثر لاکھ روپیہ میں خرید کیا گیا تھا۔ ان سب کو فروخت کیا گیا تو پانچ کروڑ دو لاکھ روپیہ کی رقم حاصل ہوئی۔ قرض ادا کیا گیا، وصیت نافذ کی گئی اور پھر چار سال تک موسم حج میں منادی کی گئی کہ اگر کسی کا قرض زبیر پر آتا ہو تو لے۔ بعد ازاں مال تقسیم ہوا۔ نیز انہوں نے ایک ہزار غلام تجارت میں لگا رکھے تھے جو ماہواری نفع حاصل ہوتا وہ فی سبیل اللہ خیرات کر دیتے تھے۔

حکیم بن حزام قرشی اپنے ایک حج میں ایک سو اونٹ اور ایک ہزار بکرے قربانی دیئے۔ اور ایک سو غلام آزاد کئے۔ علاوہ ازیں انصار کی مالداری بھی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تو اتنا قرض چھوڑ گئے جس کی ادائیگی جابر کے لئے ناممکن اور دشوار ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ نے جابر کے خاندان سے پوچھا کہ تمہارے ہاں قالین بھی ہے؟ انہوں نے کہا ہم غریبوں کو قالین سے کیا نسبت۔ پھر وہ وقت بھی آگیا کہ ان کے گھر کا معمولی فرش قالین تھا۔ طلحہ بن عبد اللہ کے لنگر میں روزانہ خرچ ایک ہزار دینار تھا۔ حضرت ابو طلحہ کا ایک باغ بیرحاء مسجد نبوی کے سامنے تھا جس کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار تھی۔

عمر بن خطاب کی خلافت میں ایران کے خزانے اونٹوں پر لدے مدینہ آئے تھے تو اس مال کی کثرت اور فراوانی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود ڈرتے تھے کہ کہیں یہ مال اللہ کی طرف سے استدراج نہ ہو۔ (ارادہ فاکی)

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

یہ قاعدہ ہے کہ ہمارے تمام خارجی اعمال میں اگرچہ وہ تمدنی ہوں باطنی ہمارے عقائد کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ جب صحیح عقائد قرآن و حدیث سے لئے جائیں تو یقیناً ہمارے خارجی اعمال بھی شریعت اسلامی کے برابر ہوں گے۔ چونکہ موجودہ تعلیم یافتہ گروہ کے عقائد کا بڑا حصہ یورپ کے ملاحدہ کی تحقیق اور عدم تحقیق پر مبنی ہے۔ اس لئے ان لوگوں کے اعمال سب کے سب خلاف شریعت کئے جاتے ہیں۔ جن میں اخلاص کی بو تک نہیں پائی جاتی بلکہ بعض امور جو شریعت کے مطابق بجا لائے جاتے ہیں کسی نہ کسی باریک پہلو میں نفس پرستی یا بناوٹ ہوتے ہیں۔ اور ان کے فاعل کو بھی اس غیر مخلصانہ حالت کا علم ہوتا ہے مگر نتیجہ نہایت تکلف سے وہ اس کو زیور اخلاق سے مزین کر رہا ہوتا ہے۔

قوم کے لئے یہ ایک ایسا عذاب عظیم ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی دردناک عذاب نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ سزا ہے۔ اس نالائق حرکت کی جو کتاب اللہ اور سنت سے اعراض کر لینے پر پیدا ہوئی ہے بھلا اس سے زیادہ کونسی بربادی ہوگی۔ کہ ایک شخص اپنے وقت، مال اور محنت کو خرچ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ذرہ بھی اس کی وقعت اور عزت نہیں۔ غور کر کے دیکھو اس عذاب میں امت کی ایک بڑی جماعت مبتلا ہے مصداق الذین

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا۔

یعنی ان لوگوں سے بڑھ کر اور کوئی شخص اپنے اعمال میں نامراد نہیں ہو سکتا جو محض دنیا وی نمود کی خاطر اپنی کوشش کو کھو دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نیک کام کر رہے ہیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اہل فلسفہ اور معقول میں بہت آج تک نہ کوئی صاحب ذکر دیکھا ہے اور نہ سنا ہے۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایسے شخص کو یہ عالی مرتبہ بھی نصیب ہو بلکہ اطمینان قلب خیالیات کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ ہمیشہ شکوک اور اوہام کے دلدل میں پھنسے رہتے ہیں اور اسی پر ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کے خلاف عاملان کتاب و سنت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت نفس کی نگرانی اور اپنے اعمال کو خوف سے جانچتے رہتے ہیں۔ اور کسی ایک سنت پر عمل کرنے سے جو سرور اور خوشی ان کو حاصل ہوتی ہے وہ دنیا کی کسی نعمت سے نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ جیسے صاحب ذوق ہیں اور بھی نعمت کر اپنے پاس سے آنے والی دیتے ان کا ظاہر باطن کے مطابق اور

الوحی والفلسفہ

دوسری قسط

باطنی خوف و امید اور محبت و شوق سے بھرا ہوتا ہے۔ ان کا دن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور خلق کی خیر خواہی میں بسر ہوتا ہے۔ اور رات اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں مناجات اور اظہار شوق و محبت میں گذار دیتے ہیں جبکہ دوسرے نفس پرست اور نازو نعمت کے پرورش یافتہ لوگ تقاضائے شہوت میں لگے ہوتے ہیں یا غفلت کی نیند میں مردوں کی طرح پڑے پڑے رات گذار دیتے ہیں۔ اور آفتاب نکلنے پر کفار کی طرح تھوڑا سا پانی لیکر منہ صاف کر لیتے ہیں۔ اور آرائش و بناوٹ کی تیاری میں گھنٹوں ضائع کر دیتے ہیں اور قیام لیل اور ذکر و تسبیح کی بیبہا نعمت سے عمر بھر محروم رہتے ہیں۔

محمد عربی کی یہی شان تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کر کے مبعوث فرمایا عبداللہ بن رواحہ رضی نے حضور کی شان والا کو الفاظ ذیل میں ظاہر فرمایا۔

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ
اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع

یعنی حضور علیہ السلام رات کو بستر خواب سے علیحدہ ہو کر اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں مناجات کرتے گذار دیتے تھے۔ اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جبکہ مشرکوں کو اپنی خوابگاہوں کا چھوڑنا وبال جان ہوتا ہے۔

قیام لیل اور مناجات ایک ایسی زبردست سلطنت ہے جو حضرت حضور علیہ السلام کے حصہ میں آئی تھی۔ اور اسی سلطنت میں سے حضور کے درباریوں کو بھی کچھ کچھ حصہ مل گیا۔ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں۔

لولا اللیل ما احببنا البقاء فی الدنیا

یعنی قیام لیل، مناجات اور ذکر و تسبیح کا لطف نہ ہوتا تو ہم اس دنیا میں رہنا پسند نہ کرتے۔

ایک اہل دل پچھلی رات اٹھ کر بارگاہ ذوالجلال میں حاضر ہو کر ان الفاظ میں عرض حال کرتا ہے۔

وما لی لا انوح علی خطائی
وقد بارزت جبار السماء

میں کیوں نہ اپنے گناہوں پر نوحہ کروں جبکہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اعلانیہ گناہ کرتا ہوں

ہمہ تن عیب ہو چکا ہوں

قرات کتابی و عصیت سرا
لعظم بلیتی و لشوم رائی

میں نے اس کی کتاب پڑھی اور چھپ چھپ کر بھی بدی کا ارتکاب کرتا رہا۔ اور یہ بات میری اپنی بدبختی اور بدرائی کا نتیجہ تھی۔

بلاء لی لا یقاس بہ بلاء
و آفاقی تدل علی شقائی

میری مصیبت پر کسی اور مصیبت کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اور میرے مصائب میری بدبختی اور حرماں نصیبی پر آفاق گواہ ہیں۔

فواذلی اذا ما قال ربی
الی النیران سوقوا المرائی

آہ میری ذلت جبکہ میرا پروردگار یہ حکم دیگا کہ اس ریاکار کو جہنم کی طرف لیجاؤ۔

فہذا کان یعصینی مرارا
ویزعم انہ من اولیائی

اس لئے کہ یہ شخص بار بار میری سرکشی اور نافرمانی کرتا تھا اور اپنے دل میں سمجھتا تھا کہ میں اولیاء اللہ کی جماعت میں داخل ہوں۔

یصنع للعباد ولم یردنی
وکان مرید ملحق سوائی

یہ ریاکار اپنے اعمال میں بناوٹ کرتا تھا یعنی بظاہر اعمال اللہ کے لئے کرتا نظر آتا تھا اور دل میں کچھ غیر اللہ کی خواہش ہوتی تھی۔

مسطورہ بالا اشعار ایک ولی کامل کا کلام ہے جس سے ہمیں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ حقیقت عبودیت کو سوا ان انسان حق کے جو درحقیقت لفظ انسان کا صحیح مصداق ہوتے ہیں اور کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ بھلا ایک فلسفی کو جس کو اپنے خیالات باطلہ پر بڑا گھمنڈ ہوتا ہے اور شب و روز نفس ظالم کے پیچھے پیچھے گرتا رہے اور لذت ذکر و عبادت سے بھی بے بہرہ ہے۔ یہ رتبہ کیونکر نصیب ہو سکتا ہے یعنی محبت الٰہی کی نعمت ہر ایک کو نہیں ملا کرتی قاعدہ ہے کہ جو شخص مسافت طے کر کے منزل مقصود پر پہنچتا ہے وہ حضر مہمانی کا مستحق ہوتا ہے اور جو لوگ راستہ ہی میں خواب غفلت میں پڑے سوتے ہیں وہ اس مہمانی سے محروم رہتے ہیں۔ عالم عشق میں جو کچھ ان اہل محبت کو ملا کرتا ہے جو بظاہر بے عقل ہوتے ہیں مگر جن کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے صاف ہوتا ہے اس کا عشر عشیر بھی ان لوگوں کو نہیں مل سکتا جو عقل و علم کے مدعی ہو کر صراط مستقیم سے دور ہٹے رہتے ہیں۔

ناظرین اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ ناکسار نے عمر بھر کے مطالعہ کتب سے نتیجہ نکالا ہے کہ کوئی شخص بھی قرآن و حدیث کی اتباع کے بغیر ہرگز انسانی کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ کتاب و سنت کی اتباع سے میری مراد یہ ہے کہ انسان کے ظاہری اور باطنی اعمال قرآن و حدیث کی تفسیر بن جائیں۔ ورنہ صرف کتاب و سنت کو رسم کے طور پر پڑھ لینے اور مناظرہ و جدل کے لئے اختلاف مذاہب کو ضبط کر لینے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے سوا باقی جس قدر علوم دنیا میں مروج ہیں اور جن پر بعض اہل علم کو بڑا ناز اور فخر ہوتا ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو لفظ علم سے تعبیر کیا جائے کیونکہ علم دراصل وہی ہے جو دنیا میں صراط مستقیم اور مرنے کے بعد مفید تر ہو۔

غور کیجئے آدمی مرتا ہے تو اس کے ساتھ صرف اعتقادات اور عمل کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ دنیاوی علوم سب کے سب یہیں رہ جاتے ہیں بلکہ برے اور باطل عقائد مرتے وقت تشویش اور تضییع الایمان کا سبب ہو جاتے ہیں۔ بعض مرنے والے مرتے وقت وہی کچھ کرتے رہے ہیں۔ جن کا انہیں اپنی زندگی میں خیال غالب رہا یا جس چیز کی انہیں خواہش رہی اور کلمہ توحید جو موجب مغفرت اور مستوجب رحمت ہے ان کی زبان پر جاری نہ ہو سکا نعوذ باللہ منہ۔ (داعی الاسلام)

محمد اشرف العرب والعجم

از شیخ امام محمد بن سعید بوصیری رح

مُحَمَّدٌ اَشْرَفُ الْعُرْبِ وَالْعَجَمِ
مُحَمَّدٌ خَيْرُ مَنْ يَمْشِي عَلَى قَدَمٍ
مُحَمَّدٌ بَاسِطُ الْمَعْرُوفِ جَامِعَةً
مُحَمَّدٌ صَادِقُ الْاَقْوَالِ وَالْكَلِمِ
مُحَمَّدٌ حَاكِمٌ بِالْعَدْلِ ذُو شَرَفٍ
مُحَمَّدٌ مَعْدِنُ الْاِنْعَامِ وَالْحِكَمِ
مُحَمَّدٌ زِينَةُ الدُّنْيَا وَبَهْجَتُهَا
مُحَمَّدٌ كَاشِفُ الْغُمَّاتِ وَالظُّلَمِ
مُحَمَّدٌ ذِكْرُهُ رَوْحٌ لِاَنْفُسِنَا
مُحَمَّدٌ شُكْرُهُ فَرْضٌ عَلَى الْاُمَمِ

معراج شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو دیکھا؟

از:- مولوی حمید الدین حسامی عاقل

معراج شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو دیکھا؟ اللہ تعالیٰ کو یا جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلعم کو دیدار خداوندی کا شرف حاصل ہوا یا نہیں؟ اس بارے میں ہم کو دو خیالات ملتے ہیں۔ بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے اور بعض سے صرف جبرئیل کا دیکھنا ثابت ہوتا ہے۔

آنحضرت نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا

(۱) صحیح بخاری میں حضرت انس رضؓ سے شریک بن عبد اللہ نے جو معراج کی روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے۔

حتی جاء سدرۃ المنتھی و دنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی (بخاری کتاب التوحید)

آنحضرت سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو عزت والا جبار (خدا تعالیٰ) یہاں تک قریب ہوا اور جھک آیا کہ اس کے اور آپ کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اپنے پروردگار کو دیکھا۔ (ترمذی تفسیر سورہ نجم)

(۳) عرفہ میں حضرت کعب احبار رضؓ اور ابن عباس کی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابن عباس نے کعب سے فرمایا کہ ہم بنی ہاشم تو کہتے ہیں کہ بے شک رسول صلعم نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا۔ حضرت کعب رضؓ نے (ابن عباس صلعم کا اپنے موافق پاکر) زور سے تکبیر کہی۔ اس طرح کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور کلام کو موسیٰ اور محمد علیہم السلام میں تقسیم کر دی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کو دو دفعہ شرف کلام حاصل ہوا اور آپ دو دفعہ خدا کے دیدار سے مشرف ہوئے (ترمذی شریف)

ف:- اس سے آنحضرت صلعم کا اللہ تعالیٰ سے کلام کرنا ظاہر نہیں ہوتا۔ کیونکہ مراد اس مکالمت کلام کی ہے جو مرۃ بعد اخریٰ ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلام خاص ایک بار ہی واقع ہوا۔

(۴) حضرت ابن عباس رضؓ نے عکرمہ سے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا۔ عکرمہ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا۔

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ

(آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتی) یا (اس کا ادراک نہیں کر سکتیں) ابن عباس نے کہا تو بھٹک (تیرے لئے افسوس ہے) یہ اس وقت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے اصلی نور میں نمایاں ہو۔ آنحضرت صلعم نے خدا کو دو مرتبہ دیکھا (ترمذی شریف)

(۵) امام احمد و ترمذی وغیرہم روایت کرتے ہیں ابوذر غفاری رضؓ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟ آپ صلعم نے فرمایا رأیت نوراً (میں نے ایک نور دیکھا) اور ایک دوسری روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا نور انّی اراہ یعنی وہ نور ہے میں اس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں۔ مگر جامی عیاض اپنے بعض شیوخ سے نقل کرتے ہیں یعنی اس کو نورانی دیکھا۔ یا دوسری روایت کا یہ مطلب ہوگا کہ نور جس درجہ میں مانع رویت ہوتا ہے وہ نظر نہیں آیا۔

(۶) ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے کلام موسیٰ علیہ السلام کے واسطے خلّت ابراہیم کے لئے اور رویت محمد صلعم کے واسطے مخصوص فرمائی۔

(۷) ابو اسحٰق نے ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے خدا کو دیکھا۔ عبد الرزاق روایت کرتے ہیں کہ حسن بصری رحؒ اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور نقاش نے روایت کی کہ امام احمد ابن حنبل رحؒ نے فرمایا کہ میں بھی ابن عباس رضؓ کی روایت کا قائل ہوں۔ آنحضرت صلعم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا دیکھا ایسی اندکی کرر فرمائی کہ آپ کا سانس منقطع ہو گیا۔

(۸) حضرت اسماءؓ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے سدرہ کے پاس کیا دیکھا۔ آپ نے فرمایا میں نے اس کے پاس اپنے پروردگار کو دیکھا۔

(۹) حضرت ابوذر غفاری رضؓ کی حدیث کہ نور انّی اراہ کے الفاظ میں علماء کا تردد ہوا ہے۔ ایک توجیہ تو نمبر (۵) میں گذر چکی ہے۔ دوسری قرات ہے رأیتہ (بکسر ہمزہ بحرف تحقیق ہے۔ یعنی نور دیکھا میں نور دکھلایا گیا۔

اگر نوراً انّی اراہ (وہ نور تھا میں نے اس کو کیسے دیکھ سکتا) کو صحیح مانا جائے تو احمد کے متعلق ابن جوزی نے کہا کہ شاید ابوذر نے معراج سے پہلے آپ سے پوچھا تھا تو یہ جواب ملا۔ اگر بعد معراج کے پوچھتے تو یہ جواب نہ پاتے۔

جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا

بعض صحابہ حضرت ابوہریرہ رضؓ عبد اللہ ابن مسعود رضؓ اور عائشہ صدیقہ رضؓ کا مذہب یہ ہے کہ آنحضرت نے خدا کو نہیں بلکہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور انہی نے آپ ہی کی طرف وحی کی تھی۔ تمام صحابہ میں حضرت عائشہ رضؓ کو اس مسئلہ پر سخت اعتراض تھا۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے پوچھا کہ اماں جان! کیا آنحضرت صلعم نے اپنے خدا کو دیکھا تھا؟ فرمایا یہ سنکر میرے رونگٹے کھڑے کھڑے ہو گئے۔ تین باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق کوئی شخص روایت کرے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ جھوٹ کہتا ہے۔ جس شخص نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے خدا کو دیکھا ہے۔ اس نے جھوٹ کہا۔ خدا خود کہتا ہے

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔

نگاہیں خدا کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ وہ لطیف خبیر ہے پھر فرمایا۔

وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ (شوریٰ)

کسی آدمی میں یہ قوت نہیں کہ خدا اس سے کلام کرے لیکن یہ کہ بذریعہ وحی کے یا پردے کی آڑ سے۔ یہ فرما کر بی بی صاحبہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے خدا کو نہیں دیکھا البتہ جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو بار دیکھی امام نووی شارح مسلم نے لکھا ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا یہ قول ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ انہوں نے قرآن مجید کی آیت سے صرف عقلی استدلال کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مرفوع روایت نہیں بیان کی ہے کہ آپ صلعم نے خود فرمایا ہو کہ میں نے خدا کو نہیں دیکھا۔

خلال نے کتاب السنہ میں مروزی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص زعم کرے کہ محمد نے اپنے رب کو دیکھی تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا افترا کیا سو کونسی دلیل سے حضرت عائشہ رضؓ کے قول کا جواب دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے رَاَیْتُ رَبِّیْ یعنی اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اسی طرح امام احمد کی روایت سے یہ حدیث مرفوع بھی ثابت ہو گئی۔

علماء فرماتے ہیں کہ رؤیۃ اللّٰہ تعالیٰ بالبصر جائزۃ فی العقل یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار کا ان آنکھوں کے ساتھ عقلاً جائز ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رویت کا سوال کیا تھا کہ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اے پروردگار اپنی ذات مجھے دکھا تا کہ میں تجھ کو دیکھوں اگر رویت خداوند تعالیٰ ممکن نہ ہوتی تو رویت کو استقرار جبل سے متعلق کیا ہے اور پہاڑ کا اپنی جگہ پر برقرار رہنا ممکن امر ہے اور ممکن سے متعلق بھی ممکن ہوتا ہے۔ یعنی اگر پہاڑ ٹھہر جاتا تو رویت ہو جاتی۔ اللہ پاک کی طرف سے موسیٰ کو جو یہ فرمایا گیا۔ لَنْ تَرٰنِیْ (یعنی ہرگز تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) نفی رویت پر دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لَنْ اُرٰی یعنی مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا نہیں فرمایا بلکہ تم نہیں دیکھ سکتے فرمایا ہے۔ یعنی دیکھنے والے ضرور دیکھیں گے۔

ام المؤمنین بی بی صاحبہ رضؓ نے جو لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ سے رویت کے نہ ممکن ہونے پر جو استدلال پیش فرمایا ہے کہ آنکھیں پورے طور پر اور اطراف سے خدا کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ جیسے جسم کو دیکھنے سے اس کی سب خصوصیات کا اندازہ ہو سکتا ہے اس طرح خدا کا ٹھیک ٹھیک احاطہ آنکھوں کی استعداد اور طاقت سے باہر ہے۔ وہ چونکہ نورانی ذات ہے اپنا آنکھیں اس کو دیکھنے کے وقت ٹھہر جاتی ہیں۔ شرح عقائد نسفی میں تو اسی آیت سے لطیف انداز میں

رویت کے امکان پر استدلال کیا گیا ہے۔ و نیز اسی آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نگاہیں (بذات خود) اللہ تعالیٰ کو نہیں پا سکتیں۔ اور جو خود اللہ تعالیٰ نظر آنا چاہیں تو اس کی رویت ہو سکتی ہے اور یہاں پر فرمایا کہ نظریں (اس کی حقیقت کا) ادراک نہیں کر سکتیں۔ تفسیر شاہی میں ہے کہ ابصار سے کافروں کی آنکھیں مراد ہیں، جو دونوں جہاں میں رویت سے محروم ہیں۔ دوسری آیت مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ سے جو بی بی صاحبہ رضہ نے استدلال کیا ہے اس سے ارادت پہلے دکھلایا ثابت ہوتا ہے۔ قاضی اس آیت کی تفسیر کے تحت شفاء میں فرماتے ہیں کہ کلام تین قسم پر ہے (۱) حجاب سے جیسے موسیٰ سے ہوا (۲) یا فرشتے کے ذریعہ سے جس طرح تمام انبیاء اور اکثر آنحضرت سے ہوا (۳) تیسری صورت کلام مشافہہ کے ساتھ اور یہ وحی ہے جس کی طرف الا وحیا سے اشارہ فرمایا گیا ہے۔

عقیدہ :- رویت عقل کے ساتھ ثابت ہے اور نقل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اور یہ رویت خدا اور بندہ مومنوں کو آخرت میں حاصل ہوگی۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (کئی دن بہت سے) تازہ ہونگے اپنے رب کو دیکھتے، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ (تم عنقریب اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح چودھویں کے چاند کو دیکھا کرتے ہیں) مگر دنیا میں خدا تعالیٰ کا آنکھوں سے دیدار نہیں ہو سکتا۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں دنیا میں خدا کو آنکھوں سے دیکھتا ہوں یا دیکھا ہوں تو وہ کافر اور جھوٹا ہے۔ موسیٰ ع کے جیسا نبی مرسل تک ہزاروں پردوں سے صرف نور خداوندی کی ایک جھلک دیکھ کر تاب نہ لا سکا اور بیہوش ہو کر گر پڑا اور طور کا پہاڑ جل کر خاک ہو گیا۔ اور نور اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب اللہ پاک نے اپنے دیدار پاک سے مشرف فرمانا چاہا تھی تو اس نے اپنے قاعدہ کو نہ توڑا بلکہ معراج بھیج کر عرش پر یاد فرمایا۔ اور (ان) اپنے دیدار سے اپنے حبیب کو سرفراز فرمایا۔

(مگر آج جھوٹے اور گمراہ مرشدین یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہمارے مرید ہو جاؤ۔ ہم خدا کو دکھاتے ہیں۔ یہ ان کا دعوے (صرف) جھوٹا اور گمراہ کن ہے بلکہ کفر تک پہنچا دینے والا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رکھے)

ابن ماجون (مشہور محدث) سے مشہور ہے کہ جن حدیثوں میں خدا کے اترنے اور مرئی ہونے کا ذکر ہے ان کے معنی یہ ہیں کہ خدا مخلوقات کی نظر میں ایسا تغیر پیدا کر دیگا کہ وہ خدا کو اپنی حالت میں دیکھیں گے کہ اتر رہا ہے اور جلوہ دکھا رہا ہے اور اپنے بندوں سے گفتگو اور خطاب کر رہا ہے حالانکہ خدا کی جو شان ہے اس میں نہ تغیر ہوگا نہ خدا منتقل ہوگا۔ اور یہ اس لئے ہوگا کہ لوگ جان لیں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت صدیقہ رضہ سے اور ایک روایت مسلم شریف میں موجود ہے حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضہ کے پاس تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا انہوں نے کہا اے ابو عائشہ رضہ تین باتیں ایسی ہیں جن میں سے اگر کسی نے ایک کو بھی کہا تو اس نے خدا پر بہتان باندھا۔ میں نے پوچھا وہ کیا باتیں ہیں فرمایا جس شخص نے یہ کہا کہ محمدؐ نے خدا کو دیکھا تھا۔ اس نے خدا پر بڑی تہمت لگائی۔ میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ یہ سنکر سیدھا ہو گیا اور کہا اے ام المومنین جلدی نہ کیجئے خدا خود نہیں فرماتا۔ ولقد رآه بالافق المبین ولقد رآه نزلة اخرى۔ اس نے افق مبین پر دیکھا اس نے اس کو دوسری مرتبہ اترتے ہوئے دیکھا۔

بی بی صاحبہ رضہ نے فرمایا سب سے پہلے میں نے اس کے متعلق آنحضرتؐ سے سوال کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ جبرئیل تھے جنہیں ان دو مرتبہ کے سوا ان کو اصلی صورت میں کبھی نہیں دیکھا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں افق اعلیٰ (سورہ نجم) اور افق مبین (سورہ تکویر) دو مقامات بیان ہوئے ہیں۔ افق مبین جبرئیلؑ کا مقام ہے اور افق اعلیٰ حضرت ذات باری تعالیٰ کا معراج میں افق اعلیٰ پر دیکھنا مذکور ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے وہاں خدا کو دیکھا اور حضرت صدیقہ رضہ کی جو حدیث اوپر مذکور ہوئی ہے اس میں افق مبین ہے۔ اس وجہ سے آپؐ کا رویت جبرئیلؑ کے متعلق فرمانا بعید نہیں۔ و نیز اس میں بھی آنحضرتؐ نے یہی فرمایا کہ میں نے خدا کو نہیں دیکھا بلکہ فرمایا کہ افق مبین پر نظر آنے والے جبرئیلؑ تھے

پیام رسول انامؐ، امت کے نام

خدا کی محبت ہے عبادت

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اولیاء اللہ کے تمام خانوادوں میں ذکر الٰہی کو ہی تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ مختلف خانوادوں میں اذکار و اشغال کے مختلف طریقے پائے جاتے ہیں لیکن غرض و غایت تمام طریقوں کا تزکیہ نفس اور حصول قرب الٰہی ہے۔ اس سلسلہ میں حضور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات طیبات اور بیانات مطہرات جو احادیث میں مذکور ہیں۔ امت مسلمہ کے لئے درس ہدایت اور دنیائے اسلام کے لئے سبق روحانیت ہیں (ا ا ا ا)

▲ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کوئی قوم جب ذکر الٰہی کے لئے بیٹھتی ہے تو فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں اور اس جماعت پر خدا کی رحمت چھا جاتی ہے اور سکینت نازل ہوتی ہے یعنی اس جماعت کو سکون اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر ان ملائکہ مقربین میں کرتا ہے جو اس کے گرد ہوتے ہیں۔ (مسلم)

حدیث پاک کے الفاظ میں "قوم" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ "قوم" سے مراد اجتماع ہے اور تصوف کی اصطلاح میں اجتماع "حلقہ" کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جہاں ذکر الٰہی کے حلقے ہوتے ہیں وہاں فرشتے بھی ہوتے ہیں اور رحمت الٰہی کے ساتھ تسکین و اطمینان قلب کی برکتیں بھی نازل ہوتی ہیں۔

▲ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ میں جا رہے تھے راستہ میں ایک پہاڑی جمدان ملی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضہ سے فرمایا "چلو یہ پہاڑی ہے جمدان۔ سبقت لے گئے مفردون" اصحاب رضہ نے عرض کیا۔ حضورؐ! مفردون کون لوگ ہیں؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا "وہ ہیں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (مسلم)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضورؐ کی مقدس تعلیم نے مردوں پر ہی نہیں عورتوں پر بھی یہ اثر کیا تھا کہ صحابہ کرامؓ پہاڑوں پر جا کر ذکر کیا کرتے تھے اور ذکر الٰہی کی کثرت میں اپنے اوقات صرف فرماتے تھے۔ جمدان پہاڑی ایسے صحابہ اور صحابیات رضہ کا زاویہ عبادت تھی اور ایسے صحابی اور صحابیہ رب العزت عزوجل کے حضور مفردون کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں صحابیاتؓ بھی بکثرت ذکر الٰہی کے باعث اس مرتبہ کی حقدار ہیں۔ کاش! دور حاضر کے ترقی یافتہ مغرب زدہ مرد اور عریانیت پسند خواتین اسلامی تعلیم کا مطالعہ کریں اور لا مذہبیت والحاد سے خود کو بچائیں اور اللہ کے ذکر سے دین و دنیا کی سعادتوں اور رحمتوں کے مستحق بنیں

▲ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جو شخص ذکر الٰہی کرتا ہے اور جو شخص ذکر الٰہی نہیں کرتا اس کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے" (بخاری)

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جو حضرات ذکر الٰہی میں اس درجہ مستغرق رہتے ہیں کہ اپنی ظاہری ہستی کو فنا کر دیتے ہیں وہ دنیا میں بھی جب تک زندہ ہیں بزرگ سمجھے جاتے ہیں اور مرنے کے بعد حیات جاوید کے مستحق ہوتے ہیں۔ آج دیکھئے کہاں

. . . .

یہ صرف ان ذاکروں کے کثرت ذکر کی برکت ہے جنہیں حضورؐ نے زندہ فرمایا ہے جو زندگی میں زندہ رہے اور مر کر بھی زندہ جاوید ہیں اور جو لوگ ذکر نہیں کرتے وہ زندگی میں بھی مردوں کی طرح رہتے ہیں اور مرتے ہیں تو کوئی ان کا نام لینے والا بھی نہیں ہوتا۔

تاریخ اور واقعات نبویؐ

ولادت نبویؐ	۲۲ر اپریل ۵۷۱ء	دوشنبہ
بعثت نبویؐ	۱۲ر اپریل ۶۱۰ء	"
معراج	۲۲ر مارچ ۶۲۱ء	
ہجرت نبویؐ	۱۲ر ستمبر ۶۲۲ء	چہارشنبہ
جنگ بدر	۱۶ر مارچ ۶۲۴ء	شنبہ
فتح مکہ	۱۰ر جنوری ۶۳۰ء	پنجشنبہ
حجۃ الوداع	۹ر مارچ ۶۳۲ء	جمعہ
وصال نبویؐ	۸ر جون ۶۳۲ء	دوشنبہ

برتھ کنٹرول یا نسل کشی

دنیا کی آبادی میں اضافے کے تصور سے گھبرا کر برتھ کنٹرول کی فکر پیدا ہوئی تاکہ پیداوار کم سے کم ہو۔ اور سلسلۂ تولد و تناسل محدود رہے۔ برتھ کنٹرول کے حامی یہ اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ آبادی میں اضافہ کی موجودہ شرح کے اعتبار سے سات آٹھ سو برس میں نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ روئے زمین پر ہمارے لئے صرف کھڑے ہونے کی جگہ باقی رہ جائے گی۔ اور آٹھ ہزار برس میں اضافہ آبادی موجودہ شرح کی بنا پر پورا عالم افلاک مکمل طور پر انسانوں سے بھر جائے گا۔

ایک امریکی مصنف نے سر تا سر حسابی اصطلاح کی روشنی میں بتلایا ہے کہ اقتصادیات میں ایک مشہور کلیہ ہے جس کو بدقسمت کلیہ کہا جاتا ہے یہ کلیہ بتاتا ہے کہ فقر و فاقہ و تنگی ہی وہ واحد چیز ہے جو اضافۂ آبادی کو روک سکتی ہے۔ اب ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو عوام کی ایک بڑی تعداد کو پہلے سے زیادہ مسکنت میں زندگی گزارنے کے قابل بنادے اور اس طرح مجموعی طور پر انسانیت کے افلاس کو بڑھائے۔ یہ مکمل قسم کا بدقسمت کلیہ ہے۔ یہ کلیہ کہتا ہے کہ واحد چیز جو آبادی میں اضافہ کو روک سکتی ہے وہ فاقہ کشی اور مسکینی ہے۔

یا پھر برتھ کنٹرول ضروری ہے تاکہ موت کی اوسط عمر ۳۰ سال یا اس سے بھی کم ہو جائے۔ اگر ہم برتھ کنٹرول سے بچنا چاہتے ہیں اور ہم موت کی اوسط عمر ستر سال تک لے جانا چاہتے ہیں تب ہم کو پیدائش پر حد بندی کا سامنا کرنا چاہئے۔

پیدائش و موت کا نظام

امریکی مصنف کا بیان ہے کہ اب پیدائش و موت کا نظام بدل گیا ہے وہ تبدیلی یہ ہے کہ پہلے بیماریاں اور وبائیں زندگی اور اسباب زندگی کے درمیان توازن قائم رکھتی تھیں۔ اب طب کی ترقی سے یہ توازن قائم رکھنے کا یہ عامل ختم ہو گیا ہے کیونکہ اب بیشتر زندگیاں پیدائش کے بعد موت کے منہ میں جانے سے بچالی جاتی ہیں۔ مصنف لکھتا ہے :-

طب یا کا خاتمہ اس معاملہ میں بنیادی عامل نظر آتا ہے۔ اگرچہ وہی تک عامل نہیں ہے۔ عوام کی صحت میں ترقی اور خاص طور پر بچوں کی صحت میں ترقی ایک ساتھ ہی رہا ہے۔

ان سطور کو پڑھ کر راقم الحروف ورطۂ حیرت میں غرق ہو گیا ہے۔ یہ عجیب و غریب المناک ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف تو تہذیب جدید، دولت و صحت کی بے نہایت ترقی و خوش حالی کے لئے اپنی توجہ مرکوز کر رہی ہے اور انسانی طبقات میں مال و دولت کی بہتات اور اسباب صحت و سامان راحت کی ارزانی کے لئے کوشش پیدا کر رہی ہے۔ اور دوسری طرف اب یہی تہذیب جدید مال و دولت کی بجائے فقر و افلاس اور صحت و تندرستی کی جگہ موت اور اسباب راحت و صحت کے زوال کو ایک ضروری شے قرار دے رہی ہے تاکہ نظام عالم محکم ہو سکے۔ اور اس کا توازن و اعتدال برقرار رہے۔ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے سہ

تمہاری تہذیب خود اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

کل تک اسی سائنس کی ترقی میڈیکل کالجوں کی توسیع و اہمیت پر زور رکھتا۔ کل تک اسی سائنس کی ترقی میڈیکل کالجوں کی توسیع و اہمیت پر زور رکھتا۔ اب "برتھ کنٹرول" اور وباؤں اور بلاؤں کی ضرورت ظاہر کی جا رہی ہے کل تک مال و دولت کے لئے سرمایہ دار اور مزدور میں رسہ کشی تھی۔ آج یہ نظریہ بنایا جا رہا ہے کہ عوام کو مسلسل فقر و فاقہ و افلاس میں مبتلا رکھنا ہی عافیت کی چیز ہوگی۔ اس نئے طریق کار اور نئے نئے نظام و پروگرام کی پیوند کاری پر یہ شعر خوب منطبق ہے سہ

میت ہی پہ رلائے ہینے والا پاکستان کا
جو بیمار تھا تو وہ اور عطا وہ تماشا بنا

برتھ کنٹرول کا نظریہ بلند کرنے والے کہتے ہیں کہ آبادی میں اضافہ نہیں اس زمانہ میں ہوا ہے جبکہ علوم فطرت پر انسان کی دسترس میں اضافہ ہوا ہے۔ قدیم ترین دور سے آبادی ایک معمولی شرح سے بڑھ رہی تھی مگر حالیہ صدیوں میں پیدائش کی رفتار اچانک بڑھ گئی ہے۔ اس کا سبب میڈیکل سائنس کی ترقی ہے۔ جوں جوں سائنس کی ان ترقیوں میں اضافہ ہوا دنیا میں انسانوں کی آمد بڑھتی گئی۔

اضافۂ آبادی پر گھبرانے کی ضرورت نہیں

لیکن اس اضافہ پر گھبرانے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ جوں جوں آبادی بڑھ رہی ہے سامان تربیت کے امکانات بھی بڑھ رہے ہیں۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا کا ثبت نئے سے طریقوں سے ظہور ہو رہا ہے۔

(۱) اب حدود بے حساب صحراؤں و ریگزاروں کو لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔

(۲) کپاس اور ریشم اور اون پر انحصار کرنے کے بجائے مصنوعی ریشوں سے کپڑا تیار کرنا انسان نے سیکھ لیا ہے مثلاً نائیلون ٹیری لین ٹیری اول ٹیری کاٹ وغیرہ صد ہا قسم کے کپڑے تیار ہونے لگے ہیں۔ جس سے زندگی کے اسباب کو بے شمار حد تک بڑھایا جا سکتا ہے۔ اس طرح کے حالات میں اگر آبادی بڑھ رہی ہے تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔؟

انسان موت کا علاج اب تک دریافت نہیں کر سکا ہے اگر موت نہ ہوتی اور پیدائش جاری رہتی تو یہ شبہ ایک نا قابل حل مسئلہ بن سکتا تھا مگر ظاہر ہے کہ اب تک ایسا نہیں ہوا ہے۔ اور نہ آئندہ ایسا ہوگا۔ ارشاد ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔

ارشاد ہے يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ ابھی تک موت کا یہ کلیہ برقرار ہے اور برقرار رہے گا۔ اکبر مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

ضروری کام جو کچھ کہ کرنا ہی پڑتا ہے
نہیں جی چاہتا مطلق مگر مرنا ہی پڑتا ہے

میڈیکل کالجوں اور طبی سائنس کی ترقی کے بعد موت

آتی ہے اس لئے لازماً کوئی نہ کوئی وبا ایسی چیز آسکتی کہ لوگ مرتے رہیں گے۔ اگر طبیب ختم ہو گیا۔ یا ہیضہ اور طاعون کی وبا نہ پھیل تو کیا ہوا۔ دوسری وبائیں پھیل سکتی ہیں۔ یہ ایٹمی دور ہے۔ ایٹم کے زہریلے اثرات انسانوں کو ختم کریں گے۔ طبیب یا کنٹرول میں ہوا تو موٹر، ریل، ہوائی جہاز کے علاوہ بڑھتے ہوئے جنگ کا یہ دور و ستم اور طوفان و سیلاب۔ زلزلے انسانوں کی جانوں کے لئے آفت کے پرکالے ثابت ہوں گے۔

طب کا علم اس کی ترقی و صحت کے لئے مفید ہو سکتا ہے مگر طب موت کو نہیں روک سکتی۔ موت اپنے وقت پر آئے گی۔ اور اپنے لئے کوئی نہ کوئی جواز پیدا کرے گی۔ دیوان تجنی میں یہ کیا خوب شعر ہے:

يموت راعي الضأن في جهله
ميتة جالينوس في طبه

یعنی علم طب میں مہارت و ذہانت کے باوجود جالینوس بالکل اسی طرح بے بس و بے چارہ ہو کر مرا جس طرح بے بس و بے کس ہو کر بھیڑوں کے چرواہے مرتے رہتے ہیں۔

روسی سائنسدانوں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ دنیا کی زمین کاشت آنے والی زمین سے اتنی غذا پیدا کی جا سکتی ہے جو ساڑھے نو کھرب انسانوں کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ جبکہ اس وقت زمین کے اوپر انسانوں کی جو تعداد ہے وہ صرف ساڑھے تین ارب ہے۔ اس لئے اضافہ آبادی کا احمقانہ اندیشہ اور غیر ضروری خطرے کی بنیاد پر انسانوں کو رحم مادر میں قتل کرنا کوئی دانشمندی کی بات نہیں ہو سکتی۔

خدا کی ربوبیت عظیمہ

جدید سائنس کی تحقیقات و انکشافات کی روشنی میں خدا کی ربوبیت و رزاقیت کی پھر ایک بار مزید تصدیق و تائید حاصل ہوئی۔ اب یہ کس قدر احمقانہ حرکت ہے کہ برتھ کنٹرول وغیرہ کے ذریعہ ہم خدا کی تخلیق پر کوئی مصنوعی بندش لگائیں۔ اور کسی ہونے والے جان کا ذرہ بھی یا جواہر لال نہرو یا ابوالکلام آزاد اور محمد علی یا حکیم اجمل و ڈاکٹر انصاری یا غالب و اقبال یا کسی گاندھی اور کیا کیا لوگوں کی پیدائش کا خاتمہ کر دیں۔ ان میں سے کسی ایک کا وجود ہزاروں لاکھوں کی صلاح و فلاح کا ضامن ہے۔ معلوم نہیں آنے والی روح "ذی ہستی" کن اعلیٰ صفات کی حامل ہوتی۔

قدرت کی جا بخشیوں پر کوئی بندش لگانا اس وقت اور بھی قبیح فعل نظر آتا ہے جبکہ خالق حقیقی نے اپنے رزق کے دروازوں پر کسی طرح کی کوئی بندش نہیں لگا رکھی ہے۔ سعدی مرحوم نے خدا کی رزاقیت پر کیا خوب لکھا ہے سہ

چناں پہن خوان کرم گسترد
کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد

یعنی خدا نے اپنے رزق کا دسترخوان ایسا کشادہ بچھا رکھا ہے کہ سیمرغ کو اس کے مسکن کوہ قاف میں روزی پہنچا دیتا ہے۔ مشہور ہے کہ سیمرغ روزانہ چالیس ہاتھی کا صرف ناشتہ کرتا ہے۔ اندازہ لگائیے کہ پھر اس کے پیٹ بھر کھانے کی مقدار کتنی عظیم تر ہوگی۔

روسی سائنس دانوں کی تحقیق کی روشنی میں رزق کے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

صفحۂ نسواں

والدین بچوں کے بہترین استاد

بچے کا تعلق اس کے والدین بناتے ہیں۔ مغرب ہو یا مشرق دونوں کے ہر ملک میں بچے کی زندگی سنوارنے اور اسے سیدھے راستے پر چلانے کی ذمہ داری والدین کی ہوتی ہے۔ اس میں ماں پر باپ سے زیادہ بار ہوتا ہے۔ آج کل تو گھر سے باہر بھی پڑھی لکھی ہوتی ہیں۔ لیکن جب عورتیں ان پڑھ ہوتی تھیں اور گھر کی چار دیواری میں قید رہتی تھیں۔ اس وقت بھی وہ اپنے بچے کو اچھی تعلیم دینے اور اسے لائق بنانے کی پوری کوشش کرتی تھیں۔ تعلیم مطلب محض اسکولوں میں پڑھائی جانے والی کتابیں نہیں ہوتیں۔ تعلیم بہت وسیع مفہوم رکھتی ہے۔ انسان کی ساری زندگی ہی تعلیم حاصل کرتے ہوئے گزرتی ہے۔ تعلیم کا مقصد کی گر بتانا ہی نہیں، اخلاق، زندگی کو اچھی طرح کامیابی سے گزارنے کے گر سکھاتی ہے۔ اس لئے اس بات کو کہا جاتا ہے کہ ہر بڑے شخص کی شخصیت کے پیچھے اس کی ماں کی دی ہوئی تعلیم کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔

اب تو بہت سی مائیں خود اچھی پڑھی لکھی ہیں کہ اپنے بچوں کی زندگی کے مختلف مسئلوں کے بارے میں اچھی تربیت دینے کے ساتھ انہیں پڑھا بھی سکتی ہیں یہ بات نہیں کہ ساری مائیں ایسا کرتی ہوں۔ لیکن بڑی تعداد آج بھی ان ماؤں کی ہے جو اپنے بچوں کی تعلیم میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتیں۔ ان کی دلچسپی محض اس حد تک رہتی ہے کہ ان کا بچہ اچھے کپڑے پہنے، اسے اچھا کھانا ملے اور وہ اچھے اسکول میں پڑھنے جائے آج کل والدین میں یہ رجحان بڑھ رہا ہے کہ اچھے اسکول میں بچوں کو داخلہ دلا دیں اس لئے کم آمدنی والے لوگ بھی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح گھر کے بجٹ میں اتنی بچت کریں کہ اپنے بچوں کو اچھے اسکولوں میں پڑھنے کے لئے بھیج دیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین کو اس کے لئے بہت زیادہ قربانی کرنی پڑتی ہے آج کے مہنگائی کے زمانے میں روزمرہ کے خرچے ہی پورے کرنا مشکل ہے ایک بچے کی تعلیم پر اخراجات بڑھتے ہی جا رہے ہیں پیٹ کاٹ کر والدین اس کی فیس ادا کرتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ والدین بچوں کو دی جانے والی تعلیم اور تربیت کو بھول جاتے ہیں ان کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔

ان پچھلے دنوں مجھے کوئی بیس برس کی لڑکی ماؤں سے ملنے کا موقع ملا۔ جنہیں میں نے پوچھا کہ وہ اپنے بچے کی تعلیم پر کتنا وقت صرف کرتی ہے۔ آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ جن میں سے اٹھارہ ماؤں نے تسلیم کیا کہ وہ اپنے بچے کی تعلیم پر ذرا بھی دھیان نہیں دیتیں۔ ان اٹھارہ میں سے تیرہ کا تو یہ کہنا تھا کہ انہیں زندگی کی دوسری پریشانیاں ہی کیا کم ہیں کہ اب بچوں کو پڑھانے اور لیکچر دینے کا بوجھ بھی اٹھائیں۔ سب ماؤں کا کہنا تھا "ہم پہلے ہی بہت قربانی کر رہے ہیں۔ بچے اچھے اسکول میں جاتے ہیں۔ اگر وہ پڑھائی میں کمزور رہتے ہیں تو ان کے لئے ٹیوشن کا بھی انتظام کرا دیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ ہم بھلا کیا کریں؟" ان میں سے بہت سی ماؤں کو تو یہ تک پتہ نہیں تھا کہ ان کے بچے کون کون سے مضمون پڑھتے ہیں۔ اسکول میں انہیں پڑھانے کے علاوہ کیا کیا سکھایا جاتا ہے اور ان کے بچوں کی عادتیں کیا ہیں۔ پھر میں نے ان ہی عورتوں سے پوچھا کہ ان کے شوہر ان بچوں میں کتنی دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ اپنے شوہروں سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے بولیں:

ان بیچاروں کے پاس کہاں فرصت ہے سارا دن دفتر میں کام کرتے ہیں پھر گھر آ کر بچوں کے ساتھ سر مارا کیسے کر سکتے ہیں۔ دفتر سے آ کر وہ دوستوں سے گپ شپ کرتے ہیں۔ پھر کسی رشتے دار یا دوست کے یہاں بھی آنا جانا ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آج بڑے شہروں میں کام کرنے والے لوگوں کی زندگی ایسی ہے کہ وہ صبح کے گئے شام ہی کو گھر واپس آتے ہیں۔ لیکن سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ جب ان کے پاس دوستوں سے گپ شپ کرنے، دوستوں اور رشتے داروں سے ملنے کے لئے جانے کا وقت ہے تو وجہ کیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے۔ ہوتا یہ ہے کہ اگر بدقسمتی سے اسکول سے بچے کی رپورٹ اچھی نہیں آتی تو والد صاحب بچے کی خبر لیتے ہیں۔ وہ اس بچے کی ہی بد تمیزی کی شکایت لگتی ہے اور بچے کی شامت آ جاتی ہے۔ بچے کی مار پیٹ کے وقت والد صاحب یہ نہیں سوچتے کہ آخر بچے کی یہ حالت کیوں ہوئی اور اس کی وجہ والدین کی کتنی ذمہ داری ہے۔ کوئی بھی بچہ اگر اس کے دماغ میں کوئی خرابی نہ ہو اتنا نالائق نہیں ہوتا کہ وہ زندگی میں کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ اس کی ناکامیابی کی ایک بڑی وجہ تو اس کے والدین ہوتے ہیں جو اس کی زندگی میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے اپنے جاننے والوں میں اسی طبقے کی کچھ مائیں جو زیادہ پڑھی لکھی نہیں اور جو گھر کا سارا کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتی ہیں اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف ان عورتوں سے زیادہ توجہ دیتی ہیں جو زیادہ ترقی یافتہ ہیں اور جن کے پاس بچوں کو تعلیم دینے کے لئے وقت بھی زیادہ ہے۔ آج اونچے طبقے کی عورتوں کو تو اپنی پارٹیوں اور کلبوں سے ہی فرصت نہیں کہ وہ اپنے بچوں کی طرف بھی کچھ دھیان دے سکیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج اونچے طبقے کے بچے تو ڈگریاں لے کر ماؤں کی طرح پیش جاتے ہیں۔ اسکولوں میں دیکھنے میں آیا ہے کہ وہاں متوسط طبقے کے بچوں کا تناسب زیادہ ہے ان مائیں میں اسی طبقے کے بچوں کا زیادہ تر تعلیم یافتہ بچے جاتے ہیں کیونکہ ان کے والدین کے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ وہ ان کی ہر عادت پر توجہ دیں اور انہیں غلط کام کرنے سے روکیں درمیانے طبقے کی حالت بھی زیادہ بہتر نہیں ہے۔ اس لئے عورتیں اپنا زیادہ وقت کافی پارٹیوں اور کلبوں میں نہیں گزارتیں بلکہ بہت سی پڑھی لکھی لڑکیاں نوکری بھی کرتی ہیں۔ میاں بیوی دونوں مل کر گھر کی مالی حالت بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن انہیں اپنے بچوں کو خود تعلیم دینے کا اتنا احساس نہیں ہے جتنا انہیں ہونا چاہئے۔ میں نے بہت سے گھر ایسے بھی دیکھے ہیں جہاں میاں بیوی دونوں کام کرتے ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنے فرصت کے لمحے اپنے بچوں کو اچھی تعلیم اور تربیت دینے میں صرف کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس بات کا احساس ہے کہ بچے ہی ان کی سب سے بڑی دولت ہیں۔ بچے ہی ان کا مستقبل ہیں اس مستقبل کو روشن کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلسل محنت کریں۔

تہنیت

▲ ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو جناب ٹی عبدالجبار صاحب تاجر چرم کرنول کے فرزند ارجمند میاں عبدالحکیم صاحب ٹی ایل کا عقد مسعود عالیجناب کے عبدالستار صاحب وظیفہ یافتہ کی دختر نیک اختر سے ہوا۔

▲ ۳۰ اکتوبر کو جناب ٹی عبدالجبار صاحب تاجر چرم کرنول کی دختر نیک اختر کا عقد مسعود پی عبدالمجید صاحب مرحوم کے فرزند ارجمند میاں عبدالحئی صاحب سے ہوا۔

دونوں محفلوں میں کرنول کے رہنما، تجار اور آفیسروں کا پر رونق اور کثیر مجمع تھا۔ اس مبارک تقریب پر ہم مذکورہ بالا حضرات کی خدمت میں ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں انشاء اللہ ان نوبہار اور نونہال دلہا دلہن میں خلوص و محبت پیدا کرے ان میں برکت اور سعادت وسعت اور فراوانی ہو۔ بارک اللہ لھم وبارک علیھم وجمعھم بالخیر آمین۔ (ادارہ)

دلہن کی رخصتی

نئی نئی یہ تمنا نئی نئی دھڑکن
یہ رنگ و نور یہ خوابوں کی سرزمین یہ چمن
یہ والہانہ محبت کا دل نشیں تحفہ
یہ گنگناتی ہوئی رات کے جواں لمحے

نیا سفر ہے شریک سفر مبارک ہو
نئی فضا نئی شام و سحر مبارک ہو
سرور و کیف کی پہلی نظر مبارک ہو
یہ کہکشاں سے حسیں رہگزر مبارک ہو

خدا کرے کہ یہ لمحات یادگار رہیں
ترے چمن کی بہار یں سدا بہار رہیں

فضا پہ چھایا ہوا ہے برات کا جادو
پھر کس کے عارض سیمیں کی چھوٹ پڑتی ہے
لبوں پہ آج تبسم کا رقص جاری ہے
عروس بن کے بھی رشک زہرہ و پروین

کلی نشاط کی کھلتی ہے کسی چمن کی طرح
سنور گئے ہیں شگوفے نئی دلہن کی طرح
ہے وہ تبسم کی نکھری ہوئی کرن کی طرح
جھلک تمام ستاروں کی انجمن کی طرح

نظر نظر پہ اجالوں کا کیف طاری ہے
نگوں کے دوش پہ کس چاند کی سواری ہے

سہاگ کی ہے نشانی حنا کی یہ سرخی
ہے تیرے ہاتھ میں خاندان کی عزت
ترا خلوص امانت ہے تیرے شوہر کی
نہ بھولنا کبھی ہمجولیوں کی صحبت کو

یہ رنگ اور یہ نکہت سنبھال کر رکھنا
بڑے جتن سے یہ عزت سنبھال کر رکھنا
یہ خوش گوار امانت سنبھال کر رکھنا
سہیلیوں کی محبت سنبھال کر رکھنا

یہی تو پیار کی جنت ہے زندگی کے لئے
اسی سے چاند بنا ہے چاندنی کے لئے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر مسجد اقصیٰ کی طرف

(بسلسلہ سابق)

جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ امت کے وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر آپ ظلم کیا۔

راستے پر بیٹھنے والوں کی مثال

پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک کانٹے دار لکڑی ہے جو ہر گزرنے والے کے کپڑے پھاڑ ڈالتی ہے۔ پوچھنے پر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو راستے روک کر بیٹھ جاتے ہیں اور ہر آنے جانے والے کا مذاق اڑاتے اور عیب جوئی کرتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون عن سبیل اللہ (راستوں پر ڈراتے اور راہ خدا سے روکتے ہوئے نہ بیٹھا کرو۔

بڑے بول کی مثال

آپ نے دیکھا کہ ایک چھوٹے سوراخ میں سے ایک بڑا بیل نکل رہا ہے اور پھر وہ لوٹنا چاہتا ہے لیکن واپس نہیں جا سکتا۔ پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا بول بولتا تھا پھر اس پر نادم تو ہوتا تھا لیکن اس کو لوٹا نہیں سکتا تھا۔

حقوق العباد ادا نہ کرنیوالے کی مثال

آپ نے ایک شخص کو ملاحظہ فرمایا (اپنے سر پر) بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھا نہیں سکتا پھر بھی وہ اس کو اور بڑھا رہا ہے۔ جبرئیل نے پوچھنے پر بتایا کہ یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس پر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھا سکتا۔ پھر بھی اور ان میں بڑھ رہا ہے اور اس کو اور بڑھا رہا ہے۔

بے عمل فتنہ پرداز مرشدین اور واعظین کا انجام

آپ نے ایک جماعت کو ملاحظہ فرمایا جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کتری جا رہی تھیں۔ اور کترنے کے بعد پھر درست ہو جاتیں۔ یہ لوگ سخت عذاب میں مبتلا تھے۔ آپ نے پوچھا کہ بھائی جبرئیل یہ کون لوگ ہیں۔ عرض کیا یہ تقاریر کرنے والے کسی قدر اس کے رہنما اور وہ واعظین ہیں جو دوسروں کو تو نصیحت کرتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

ف۔ یہاں پر یہ واقعات آسمانوں کی سیر سے پہلے دیکھے گئے ہیں اور بعض واقعات میں بعد عروج دیکھنے کی تصریح ہے مگر واقعات کے تناسب سے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔

عالم برزخ باعتبار مکان کے خواہ کہیں ہو مگر صاحب کشف کے اس مکان میں ہونے کے ساتھ اس کا انکشاف مشروط نہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ احوال ان صورتوں کے نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے بائیں طرف (دیسار میں) تھیں اور بعض کشوفات کی نسبت تصریح نہیں ہے کہ قبل عروج مشاہدہ فرمایا یا بعد عروج۔ جیسے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب آپ کو معراج ہوئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ کا گذر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گذر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا گذر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا آپ نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ کہا گیا موسیٰ اور ان کی قوم ہے۔ لیکن اپنا سر اوپر اٹھایئے اور دیکھئے جب آنحضرت ﷺ نے اپنا سر اٹھایا ملاحظہ فرمایا کہ ایک اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور اس کے علاوہ آپ کی امت میں سے ستر ہزار (یہاں پر کثرت اور زیادتی بتلانے کے لئے ہے جیسے ہم سینکڑوں سو ساٹھ کہا کرتے ہیں) اور ہیں جو جنت میں بے حساب داخل ہونگے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ ہیں جو داغ نہیں لگاتے (یعنی جسم کو گدواتے نہیں) جھاڑ پھونک نہیں کرتے (بد) شگون (فال بد) نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

بعض اور بھی آثار جو آنحضرت ﷺ نے ملاحظہ فرمائے یہاں لکھے جاتے ہیں تاکہ نصیحت حاصل ہو۔

ریاکار کی مثال

آنحضرت نے ایک شخص کو دیکھا کہ ڈول کو رسی میں ڈالتا تھا اور جب نکالتا تو خالی ہی آتا تھا جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ مثال ریا کے اعمال کی ہے جن لوگوں کو دکھانے کیلئے اعمال کرنے کی ہے کہ محنت اور رنج

یہ دُنیا

(از۔ محمد عبدالوحید مدرس مدرسہ دار الہدیٰ مسجد اہل حدیث بنگلور)

کس قدر فتنہ ساز ہے دنیا
کتنے دوزخ ہیں بند سینوں میں
کینیاں نیکیوں کی جلتی ہیں
کینہ سازی ہنسی کے پردے میں
میٹھی باتیں نہیں اداکاری
جھوٹ لالچ غرض ہے سازش ہے
عاجزی ہے کبھی، کبھی ہے غرور
قہقہے زہر میں بجھے نشتر
کوئی بھی آدمی ہو بر سر کار
دھمکیاں رعب ڈالنے کے لئے
اِس دور رنگی کی بھی کوئی حد ہے
زہر پیمانۂ شرافت میں
ظلم کے جال میں مکر کے پھندے
دور کالوں کا ہے نہ گوروں کا
پست جذبات جب ابھرتے ہیں
اک طرف بے غرض مروت ہے
اس طرف زہر ابھر کے آب حیات
داغ دل کے چھپاؤں گا کب تک
اے خدا! منتقم ہے تیری ذات

کتنی سفلہ نواز ہے دنیا
کتنے دشمنے ہیں آستینوں میں
سازشیں پھولتی ہیں پھلتی ہیں
دشمنی دوستی کے پردے میں
سر سے پا تک فقط اداکاری
زندگی کیا ہے اک نمائش ہے
ہر قدم پہ منافقت کا ظہور
دل ہے فولاد، نرم ہیں تیور
کہہ دیا اس کو اپنا رشتہ دار
پستیوں کو اچھالنے کے لئے
کبھی دھمکی کبھی خوشامد ہے
اژدہا آدمی کی صورت میں
جھوٹ کے اور کپٹ کے ہیں دھندے
بے زبانہ شریف چوروں کا
ڈنگ محسن کشی بھی کرتے ہیں
اک طرف چال ہے سیاست ہے
خشک سالی یہاں وہاں برسات
غم میں بھی مسکراؤں گا کب تک
اس کشاکش سے کب ملیگی نجات

بقیہ: حضرت عمرو بن العاص رضی

کے لئے۔ عبد الرحمٰن بن شماسہ کہتے ہیں وفات کے وقت حضرت عمرو بن العاص رونے لگے۔ ان کے فرزند عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے کہا آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے۔ اس وقت انہوں نے اپنے اسلام کا قصہ سنایا۔ اور وہ بڑے سخت حیا والے تھے۔ حضور کے روبرو آنکھ بھر حضور کو نہیں دیکھا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

(الاصابہ مصری جلد چہارم صـ)

ہائے مہنگائی

(از۔ پرس لال واحق)

خستہ حال بنا دیا یارو کیسا اس مہنگائی نے چھری چلائی گردن پر بے بھاؤ کے ہی بھاؤ نے رکھ دیا پھوکار سکو تر ٹھیلا تانگہ بس ٹرینیں مت ملنگے دام بڑھ جائے تانی کی ہوائی نے ہنستے تھے آزاد رہ گئے پیلے موج منا نیچے روٹی کپڑا مکان بسیرا چھینا اس دانائی نے دودھ کی اماں بولے وہ دنیا کے ہم پر سوکی پانی تک ترسایا مارا کالے ٹوپی تانی نے

کھینچے ہیں اور آخر کو یہی لوگ خالی ہاتھ قیامت میں اٹھیں گے۔

گانے والوں کا انجام

ایک جماعت پر گذر ہوا۔ ملاحظہ فرمایا کہ آگ کے طبق ان کے سینوں پر رکھے جا رہے تھے اور فرشتے ان کے گرز مارتے تھے۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ مطرب اور گانے والے ہیں۔

خاوندوں کی نافرمانی

ایک عورتوں کی جماعت پر آپ کا گذر ہوا کہ ان کے منہ سیاہ اور آنکھیں کیری تا کہ پیچھے آگے تھے۔ فرشتے آگ کے گرزوں سے مارتے تھے۔ اور وہ سوروں اور کتوں کی طرح آوازیں نکالتی تھیں۔ جبرئیل نے کہا ہے وہ عورتیں ہیں جنہوں نے اپنے خاوندوں کو آزردہ کیا۔

والدین کا نافرمان

ایک آگ کی وادی میں ایک قوم کو آپ نے دیکھا کہ وہ جل رہی ہے۔ جبرئیل نے کہا یہ والدین کے نافرمان ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ حیات جدید حیدرآباد)

شریمتی اندرا گاندھی بہتر ہند پاک تعلقات کی خواہاں

صدر ایوب کے نام وزیر اعظم کا پیغام

نئی دہلی ۔ وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان برقی مواصلات کے رابطوں کی بحالی کا خیر مقدم کیا ہے۔ آج علی الصبح پاکستانی علاقے پر سے پرواز کرتے ہوئے وزیر اعظم نے صدر ایوب کے نام اپنے پیغام میں کہا ہے کہ وہ دونوں ممالک کے درمیان دیگر معاملات اور باہمی تعلقات میں مزید ترقی کے خواہاں ہیں۔ شریمتی اندرا گاندھی کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے :-

" پاکستان کی فضاء پر سے گزرتے ہوئے میں آپ کو اور پاکستان کے عوام کو اپنی اور حکومت ہند کی طرف سے مبارکباد اور نیک خواہشات پیش کرتی ہوں۔ میں ہمارے ہر دو ملکوں کے درمیان برقی مواصلات کے رابطوں کی بحالی کا خیر مقدم کرتی ہوں۔ [illegible] مجھے آپ عنقریب رسمی طور پر افتتاح کریں گے پاکستان کو مبارکباد اور دو ملکوں میں ہند۔ پاک اشتراک و تعاون کی دعوت دیتی ہوں۔ میری نیک تمنائیں اور خواہشات قبول فرمایئے۔"

وزیر اعظم نے افغانستان اور ایران کے علاقوں پر سے پرواز کرتے ہوئے ان دو ممالک کے وزرائے اعظم کو بھی پیغامات بھیجے ہیں۔

کمبوڈیا کا یوم قومی آزادی

صدر جمہوریہ ہند کا پیغام تہنیت

نئی دہلی ۔ صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین نے نوم پنہ [illegible] کو صدر مملکت کمبوڈیا کو اس ملک کے یوم قومی آزادی کے موقع پر حسب ذیل تہنیتی پیغام بھیجا ہے :-

" حکومت ہند، عوام ہند اور خود اپنی طرف سے آپ کو اور آپ کے ذریعہ کمبوڈیا کی حکومت و عوام کو کمبوڈیا کے یوم قومی آزادی کے پرمسرت موقع پر برادرانہ اور گرم جوش مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ مجھے بڑی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ ہم اس موقع پر [illegible] آپ کی [illegible] کے تحت [illegible] رفیق عوام کی مستقل ترقی کے لئے اپنی نیک خواہشات پیش کرتے ہیں۔"

سہ رکنی کمیشن کا تقرر

نئی دہلی ۔ حکومت ہند نے ۲۰ نومبر کو سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج شری رگھوبر دیال کی زیر صدارت ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا ہے جو یکم اگست ۱۹۶۶ء کو اور اس کے بعد وقوع پذیر ہونے والے بڑے فرقہ وارانہ فسادات کی وجوہات اور روشی کی چھان بین کرے گا۔ اس سہ رکنی کمیشن کے دیگر ارکان یہ ہیں :۔ کرنل ڈی ایچ زیدی ایم پی اور حکومت ہند کے سابق سکریٹری شری ایم ایل [illegible] تحقیقاتی کمیشن کے قانون ۱۹۵۲ء کے تحت تشکیل شدہ یہ کمیشن اس امر کی بھی تحقیق کرے گا کہ فسادات کو روکنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے جو انتظامی [illegible] اقدامات کئے گئے [illegible] تھے۔ کمیشن ایسے اقدامات کی بھی سفارش کرے گا جن سے فسادات کے اعادہ کو روکنے [illegible] ایسے دیگر معاملات پر بھی غور کرے گا جنہیں یہ مناسب سمجھے۔

توقع ہے کہ کمیشن کی تحقیقات ۳۰ اپریل ۱۹۶۷ء تک ختم ہو جائیں گی اور تب تک یہ اپنی حتمی رپورٹ پیش کر دیگا۔

کمیشن سے کہا گیا ہے کہ وہ ہر مقام کے فسادات کے بارے میں اپنی رپورٹ مکمل کرتے ہی یہ رپورٹ مرکزی حکومت کو پیش کر دے۔

کمیشن جن مقامات اور تاریخوں کے فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں تحقیق کرے گا وہ یہ ہیں :-

رانچی ۔ ہٹیہ (۲۲ تا ۲۹ اگسٹ)، جبل پور اور [illegible] (۲۳، [illegible] ستمبر)، احمد نگر (۸ ستمبر)، [illegible] (۱۷ ستمبر)، [illegible] (۲۳ ستمبر) اور [illegible] (۱۹۶۶ء) [illegible]

ڈاک و تار کا آندھرا سرکل

یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو ریاستوں کی نئی بنیادوں پر تنظیم کے ساتھ ہی ریاست حیدرآباد کو تین لسانی اجزاء میں تقسیم کرکے ریاست ہائے بمبئی، میسور اور آندھرا سے ملا دیا گیا تھا۔ آندھرا پردیش کی وسیع تر ریاست کی تشکیل کے بعد بھی جس میں کہ آندھرا، رائلسیما اور تلنگانہ علاقے شامل تھے ڈاک و تار [illegible] قائم کر [illegible]

بتاریخ یکم ۱۵ مارچ ۱۹۶۰ء [illegible] جنوبی ڈاک سرکلوں کی تنظیم نو کی گئی۔ سابقہ حیدرآباد کے علاقے [illegible] اور کرناٹک کے علاقے بمبئی اور میسور سرکلوں میں شامل کر دیئے گئے اور سابقہ آندھرا اور حیدرآباد کے چھوٹے سرکلوں کو ایک دوسرے میں ضم کرکے ڈاک و تار کا ایک بڑا سرکل قائم کیا گیا ہے۔

آندھرا سرکل ہندوستان میں ڈاک و تار کے چار وسیع ترین سرکلوں میں سے ایک ہے جو کہ ۳،۵۹،۰۸،۰۰۰ آبادی پر مشتمل ۱،۰۱،۲۵۰ [illegible] علاقے پر محیط ہے۔

بقیہ :- برتھ کنٹرول

وسائل اور اس کے امکانات اتنی وافر مقدار میں نظر آتے ہیں کہ موجودہ عالم انسان کی طرح اگر ایک دو عالم اور بھی موجود ہو جائیں تو رزق کی تنگی واقع پیش نہ آئے گی۔ کیونکہ اس کے کارخانہ قدرت اور خزانہ غیب میں ان نئے آنے والوں کا سامان زندگی بھی مخفی کر دیا ہے۔ جب وہ آئیں گے تو ان قدرتی خزانوں کو کھولیں گے اور ان سے برابر ہمارے مستفید ہوں گے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

[illegible]

(معلومات اجتہاد دہلی)

بقیہ :- قرآن مجید

خدا یا مجھے اپنے [illegible] عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیت المال بھر چکا تھا [illegible] رکھنے کو جگہ باقی نہ تھی [illegible] حضرت [illegible] تقسیم کئے جائیں۔

[illegible] ہر آدمی کو ایک ایک [illegible] جس میں چالیس ہزار [illegible] تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کہا جاتا ہے کہ ان کے [illegible] قرآن [illegible] قرآن پر چالیس ہم [illegible] واللہ اعلم

عبد العزیز رحمانی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے دائرہ ادبی پریس حیدرآباد میں چھپوا کر عزیز [illegible] کرنول سے شائع کیا

REGD. NO: H-494
TO

FROM:
AZIZ FORTNIGTLY KURNOOL (A.P.)